جملہ حقوق محفوظ ہیں

اس ناول کے نام، کردار مقامات
اور کہانی سے متعلق اداروں کے
نام فرضی ہیں

پبلشر سلطان محمد
پرنٹر

پچھلا ناول "خوفناک منصوبہ" پڑھ کر کسی صاحب نے لکھا تھا "بھاڑ میں جائے! آپ کا نیا تجربہ! فریدی کے ناول میں ابواب کے عنوانات ضرور چاہیئے" لیکن انہوں نے اس پر روشنی نہیں ڈالی کہ ابواب کے عنوانات نہ ہونے سے انہیں کیا محسوس ہوتا ہے۔ کوئی معقول وجہ بہرحال ہونی چاہئے! صرف یہی ایک خط اس کی مخالفت میں موصول ہوا ہے!

زیادہ تر پڑھنے والوں کو کہانی پسند آئی اور انہوں نے فریدی کی کہانیوں کے سلسلے میں اس تجربے کو سراہا بھی ہے۔

ایک صاحب کا خیال ہے کہ کہانی کو اتنی جلد ختم نہ ہونا چاہئے! انجام تشنہ رہ گیا۔ میں ان سے متفق نہیں ہوں۔ غالباً وہ شفقت دی جائنٹ کے بارے میں تفصیل

چاہتے تھے۔ میرے خیال میں ضروری نہیں تھا۔ مرکزی خیال "منصوبہ" تھا نہ کہ شفقت۔!

بہرحال مجموعی طور پر یہ کہانی پسند کی گئی۔!

اب ملاحظہ ہو "تصویر کی اڑان" عمران کا خیال ہے کہ یہ اڑان جوزف کی کھوپڑی سے طلوع ہو کر رحمان صاحب کے کمرے میں غروب ہو گئی۔

عمران آپ کی توقعات پر اس بار ضرور پورا اترے گا۔ یعنی ایکسٹو کی حیثیت سے اس نے صرف حکم ہی نہیں چلایا ہے بلکہ خود بھی اپنی تمام تر حماقتوں سمیت کہانی کی رگ و پے میں جاری و ساری ہے!

جوزف کے ہم وطن پرندے سے مل کر آپ یقیناً خوش ہوں گے صفدر کی ذہانت اس بار خود عمران کو تعریفی کلمات ادا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ ایک بات اور نوٹ کیجئے عمران کے پچھلے خاص نمبر "فضائی ہنگامہ" کا سیریل نمبر ۵۲ تھا تو ترپنواں ناول "تصویر کی اڑان" ہے۔

کچھ حضرات نے ایک غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے "خوفناک منصوبہ" میں فریدی کی "لنکن" کے تذکرے کے ساتھ ایک جگہ اچانک "کیڈی" پڑھتے ہیں اور تاؤ کھاتے ہیں مجھ پر — حالانکہ قصہ دراصل یہ ہے کہ کاتب صاحب مجھ سے کئی بار کہہ چکے ہیں کہ لنکن بکوا کر فریدی کے لئے دوبارہ کیڈیلاک خرید دوں جب انہوں نے دیکھا کہ میرے کان پر جوں نہیں رینگتی تو جھلاہٹ میں خود ہی کیڈی کا سودا کر بیٹھے۔!

ابن صفی

فرناز ہال میں تصویروں کی بین الاقوامی نمائش ہو رہی تھی... !کئی ملکوں کے بے شمار آرٹسٹوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔!

لیکن یہ نمائش اپنی نوعیت کی انوکھی نمائش تھی — !یہاں صرف پرندوں کی تصاویر رکھی گئی تھیں — دنیا بھر کے خوبصورت — اور — بدہیئت پرندے —!

صرف پرندوں کی اڑانیں تھیں یہاں... ایسی کوئی اڑان نہیں تھی کہ شاعر کو دل تھام کر کہنا پڑتا ہے

اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز تھا حسن
بھولتا ہی نہیں عالم تری انگڑائی کا

لہذا نمائش گاہ میں جہاں تل رکھنے کو جی چاہے وہاں تلوں کی بوریاں بھی رکھ دیجئے تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔!

تجریدی آرٹ کی نمائش بھی نہیں تھی کہ لوگ آڑی ترچھی اور بے ہنگم لکیروں... زاویوں اور گنجلک دائروں میں چھپے ہوئے "یہ" یا "وہ" تلاش کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے۔!

بہر حال یہاں مقابلے میں حصہ لینے والے آرٹسٹوں کی تعداد شائقین کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔۔۔!

اور شائقین میں وہ کالا اور طویل القامت آدمی سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا جو بالکل بچوں کے سے انداز میں حیرت سے دانت نکال نکال کر ایک ایک تصویر کو بغور دیکھتا پھر رہا تھا—!

اس کے بعد نظر ٹھہرتی تھی اس خوشنما بے وقوف جوان پر جو اڑتے ہوئے پرندوں کی تصویریں دیکھتے وقت بے خیالی میں اپنے بازوؤں کو کبھی ڈینوں کی طرح پھیلانے اور کبھی سکوڑنے لگتا تھا—!

کبھی کبھی وہ دونوں آپس میں گفتگو بھی کرنے لگتے۔۔۔!

کرسٹین انہیں دیر سے دیکھ رہی تھی—! دفعتاً اس نے سوچا کہ کیوں نہ ان کی گفتگو بھی سنی جائے—!

کرسٹین سوئیڈن سے آئی تھی۔۔۔ "پرندے" اس کا خاص موضوع تھا۔۔۔ عمر زیادہ سے زیادہ پچیس سال رہی ہوگی۔۔۔ خوش شکل اور اسمارٹ تھی—!

وہ ان کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔۔۔ اس کا اندازہ تو پہلے ہی سے تھا۔ کہ دونوں انگریزی میں گفتگو کر رہے ہیں—!

کالا آدمی کھلا ہوا نیگرو تھا— اور دوسرا جوان مقامی ہو سکتا تھا۔ یا پھر ترک یا ایرانی—!

نیگرو اس سے کہہ رہا تھا۔۔۔ "اب یہ تصویر دیکھو باس— اس کی چونچ دیکھ کر برانڈی کی بوتل یاد آ گئی—!"

"ہاں۔۔۔!" جوان سر ہلا کر بولا۔ "اور اس کی دُم پر بھی نظر ڈالو بالکل لفافہ

معلوم ہوتی ہے—!"

پھر وہ دوسری تصویر دیکھنے کے لئے بائیں جانب کھسکے— کرسٹین بھی ان کے ساتھ ہی کھسک گئی تھی—!

دفعتاً نیگرو نے "غضب ہو گیا باس" کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں بند کر لیں—!

"کیا ہوا—؟" جوان آدمی بوکھلا کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔! کالا آدمی بُری طرح کانپ رہا تھا—!

"ب۔۔۔ باس جب تک سنہرے پروں والی تتلی سامنے نہ ہو۔۔۔ میں آنکھیں نہیں کھول سکوں گا۔۔۔ ہائے۔۔۔ تباہی۔۔۔ بربادی۔۔۔!"

"کیا بکواس ہے—؟"

"گھاڈپنچ ببرا—!"

"دماغ۔۔۔ تو نہیں چل گیا—!"

"باس۔۔۔ یقین کرو— کھلی ہوئی تباہی—!"

"یہ گھاڈپنچ ببرا کیا بلا ہے—!"

"انتہائی درجہ منحوس پرندہ۔۔۔ تم بھی اپنی آنکھیں بند کر لو باس!"

"کتنی دیر کے لئے۔۔۔؟" جوان آدمی نے بڑی معصومیت سے پوچھا—!

"جب تک کہ سنہرے پروں والی تتلی آنکھوں کے سامنے نہ ہو!"

"یہاں— تتلی—!" جوان آدمی نے مایوسانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا—!

کرسٹین اس بات پر چکرا کر رہ گئی تھی— اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا

تھا کہ یہ کیا بکواس ہے۔ وہ تو اس لئے ان کے ساتھ لگی تھی کہ اپنی بنائی ہوئی تصاویر کے بارے میں ان کی رائے سن سکے۔! اس کا خیال تھا کہ۔ سیدھے سادھے لوگ فن کے بڑے اچھے نقاد ہوتے ہیں۔!

لیکن یہ بکواس۔! بلاشبہ وہ افریقہ ہی کا ایک پرندہ تھا۔ خود اسی نے وہ تصویر بنائی تھی۔ ۔ ۔ ۔ لیکن اس کے لئے یہ نام "گھافریخ ببرا۔" بالکل نیا تھا۔!

پھر اس نے سوچا یہ آدمی افریقی ہی ہے۔ ممکن ہے وہاں کی مقامی یا قبائلی زبان میں وہ "گھافریخ ببرا" ہی کہلاتا ہو۔!

لیکن آخر اس پر اتنی بدحواسی کیوں۔؟ وہ اپنے باس سے کہہ رہا تھا کہ وہ بھی اپنی آنکھیں بند کرلے۔!

"جوزف۔!" دفعتاً جوان آدمی نے نیگرو کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "گدھے۔ اگر میں بھی بند کرلوں تو پھر ہم گھر کیسے پہنچیں گے۔؟"

"سنہری تتلی باس۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ تم نہیں جانتے کہ "گھافریخ ببرا" موت کا قاصد ہے۔ ۔ ۔ ۔ اپنے ساتھ آسمان سے برسنے والے تیر لاتا ہے۔!"

"ارے احمق۔ ۔ ۔ ۔ یہ تو تصویر ہے۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا باس۔!"

"اچھا تو پھر میں تجھے یہیں چھوڑ کر واپس جا رہا ہوں۔ اندھیرے میں ہی تلاش کروں گا کوئی سنہری تتلی۔ ۔ ۔!"

"نہیں باس۔ ۔ ۔ ۔ مجھے یہاں اس طرح نہ چھوڑو۔ ۔ ۔ مجھے ساتھ لے چلو کل صبح تتلی تلاش کرلینا۔!"

"اچھا تو چل۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تو اس طرح نکاسی کے دروازے تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔!"

"میرا بازو پکڑ لو باس۔!"

"ہرگز نہیں۔ گھافریخ ببرا میرے ملک کا پرندہ نہیں ہے۔۔ تمہارے ملک کا ہے تم ہی بھگتو۔!"

"لیکن میں تو وفادار ہوں باس۔!" کالا آدمی کراہا۔

"اس وفاداری کے صلے میں صبح کو سنہری تتلی تلاش کردوں گا۔ اس وقت تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔!"

دفعتاً کرسٹین آگے بڑھ کر بولی۔ "کیا میں آپ کی کوئی مدد کرسکتی ہوں!"

"مم۔ ۔ ۔ مدد۔ ۔ ۔ !" جوان ہکلایا۔ ۔ ۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ بے وقوف لگنے لگا تھا۔ ۔ ۔ !

"کیا سنہری تتلی۔ کی تصویر سے کام چل جائے گا۔" کرسٹین بولی۔

جوان نے کالے آدمی کے شانے پر ہاتھ مار کر کرسٹین کا سوال دہرایا۔

"چل جائے گا۔ تصویر سے بھی کام چل جائے گا باس۔!" کالے آدمی کی آواز میں مسرت کی لہریں تھیں۔!

"کچھ دیر ٹھہرنا پڑے گا۔ پھر میں آپ لوگوں کو اپنی قیامگاہ پر لے چلوں گی!"

"یہاں کوئی تصویر نہیں ہے؟" جوان نے پوچھا۔

"یہاں صرف پرندوں کی تصاویر ہیں۔!" وہ دل آویز سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کیا تتلی چوپایہ ہے۔!" جوان نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"لیکن پھر بھی وہ پرندوں کی صف میں نہیں آتی۔!"

"یہ آپ لوگوں کی زبردستی ہے۔ وہ بھی بے چاری اڑتی ہی ہے!"

"باس.... جھگڑا نہ کرو... ورنہ یہ اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گی!" کالے آدمی نے گھگھیا کر کہا۔

"تو چپ رہ... یہ ایک علمی مباحثہ ہے۔!"

کرسٹین ہنس پڑی۔

"ہاں تو ثابت کیجئے کہ تتلی پرندہ نہیں ہے!" جوان ضدی بچوں کے سے انداز میں بولا۔

"بہت مشکل ہے یہ ثابت کرنا..." کرسٹین بات ٹالنے کی کوشش کرنے لگی۔!

"تو پھر یہ نمائش ہی غلط ہے۔!"

کرسٹین ہنستی رہی۔!

"اور میں کسی غلط جگہ ٹھہرنے کا قائل نہیں۔ میں جا رہا ہوں۔!"

"باس رحم کرو مجھ پر... تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ۔!"

"یہ تمہیں اپنے گھر لے جائیں گی۔ وعدہ کر چکی ہیں لہذا میری موجودگی غیر ضروری ہے۔!"

"باس خدا کے لئے" کالا آدمی روہانسا ہو گیا۔

نوجوان احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا "یہ جتنا گھاؤ پنچ بسرا قسم کی چیزوں سے ڈرتا ہے اتنا ہی عورت سے بھی ڈرتا ہے۔!"

"باس نہ جاؤ۔!"

"آپ لوگ عجیب ہیں۔!" کرسٹین بدستور ہنستی ہوئی بولی..

"آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا...!" جوان نے کالے آدمی کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا

"مجھے معاف کر دو باس....!"

"میں کہتا ہوں... تماشہ نہ بن.... ہاتھ ہٹا لے... آنکھیں بند رکھ!"

"میں جلد ہی چل سکوں گی..." کرسٹین بولی "میرا نام کرسٹین ہے۔ آپ ادھر چل کر لاؤنج میں بیٹھیں...!"

"میں علی عمران ہوں... اور یہ نالائق جوزف... اچھی بات ہے.... بہت بہت شکریہ۔!"

اس نے جوزف کا بازو پکڑا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے گھسیٹتا ہوا لاؤنج کی طرف بڑھنے لگا...

لاؤنج خاصا آباد تھا۔! ہال کی مناسبت سے یہاں زیادہ ہی بھیڑ، تھی... خال خال ہی کرسیاں خالی نظر آ رہی تھی۔!

عمران نے دو کرسیاں منتخب کیں اور ایک پہ جوزف کو بٹھاتا ہوا بڑبڑایا۔

"ابے جب آنکھیں ہی نہیں ہیں تو کیا نمائش سونگھنے آیا ہے!"

جوزف کچھ نہ بولا۔ آنکھیں بند کئے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹک گیا!

عورتوں بچوں اور مردوں کے ملے جلے شور سے لاؤنج گونج رہا تھا۔ کچھ لوگ تصاویر کے حسن و قبح پہ بحث کر رہے تھے۔! ان کے قریب ہی ایک، تین سالہ صاحبزادے والدہ محترمہ کی گود میں بیٹھے ان کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگا لگا کر گا رہے تھے۔

جان من اتنا بتا دو

محبت... محبت... محبت ہے کیا...

"ڈیئر... چپ بیٹھو...!" وہ اسے جھڑک کر بولیں اور پھر اپنے ساتھ والی خاتون سے گفتگو کرنے لگیں...!

"باس میں کیا کروں۔۔۔؟" جوزف کراہا۔

"اب کیا بتاؤں! تو آنکھیں نہیں کھول سکتا ورنہ میں تجھے آنے والی نسل کا ٹیپو دکھاتا۔۔۔!"

ان خاتون نے پلٹ کر اسے غصیلی نظروں سے دیکھا اور بے چارے ٹیپو کو جھنجھوڑ کر گود سے اتار دیا۔۔!

اس کے بعد وہ پھر ساتھی خاتون کی طرف مڑ گئی تھیں۔۔!

بچہ کھڑا بسورتا رہا۔۔۔ عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اسے دکھایا۔۔۔ سکڑے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ چند لمحے ترچھی ترچھی نظروں سے چیونگم کے پیکٹ اور عمران کو دیکھتا رہا۔ پھر کھنچا چلا آیا۔۔۔!

"شاباش۔۔۔!" عمران اسے پیکٹ دے کر پیٹھ تھپکتا ہوا بولا "بہت اچھے۔۔۔ بچے ہو۔۔۔ خدا عمر میں برکت دے۔۔!"

وہ خاتون اچانک خاموش ہو گئیں۔ لیکن مڑ کر عمران کی طرف دیکھا نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ عمران پر ٹوٹ پڑنے کے لئے کسی مناسب سے موقع کی منتظر ہوں۔

لیکن عمران صرف ٹیپو میاں کی کمر تھپکتا رہا اور وہ خود چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے رہے۔۔!

پھر وہ محترمہ اپنی ساتھی سمیت اٹھ گئیں! اور عمران کی طرف دیکھے بغیر ٹیپو کا ہاتھ پکڑا اور گھسیٹتی ہوئی لاؤنج سے چلی گئیں۔۔!

عمران ٹھنڈی سانس لے کر جوزف کی طرف دیکھنے لگا تھا۔۔!

"باس۔۔؟" جوزف کچھ دیر بعد کراہا "یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تم یہاں

آئے ہی کیوں تھے؟"

"ابے واہ۔۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔۔۔ فنون لطیفہ سے محظوظ ہونے کا حق مجھے بھی حاصل ہے۔۔!"

"میں نے تمہیں کبھی اس طرح وقت برباد کرتے نہیں دیکھا باس!"

"ابھی تو نے دیکھا ہی کیا ہے! جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش۔۔۔ ہونہہ!"

"اگر مجھے کسی بات پر سزا ہی دینا مقصود ہوا کرے تو گھر پر دے دیا کرو۔۔! اب یہاں میں کیا کروں۔۔ کہاں جاؤں؟"

"بس خاموش رہ۔۔ تو نے میرا موڈ چوپٹ کر دیا۔۔۔ اگر زیادہ بور کرے گا تو اٹھ کر چل دوں گا۔۔ ہاں۔۔!"

اتنے میں کرسٹین واپس آگئی۔۔۔!

"ہاں۔۔ اب چلئے آپ لوگ۔۔!" اس نے کہا۔

وہ ہال سے باہر آئے۔ ان دنوں عمران کے پاس فیاٹ الیون ہنڈرڈ تھی۔ کرسٹین غالباً ٹیکسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ لیکن جب عمران نے اس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا تو خوش ہو کر بولی "یہ تو بہت اچھا ہوا۔۔۔ مجھے اکثر ٹیکسی حاصل کرنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے!"

اسے پچھلی سیٹ پر بٹھانے کے بعد عمران نے جوزف کو اگلی سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا "مردود! آنکھیں بند کئے کئے سو نہ جانا۔۔!"

کرسٹین سوچ رہی تھی۔۔۔ عجیب لوگ ہیں! اسے توقع تھی کہ کالے آدمی کو پچھلی سیٹ پر بٹھائے گا اور اگلی سیٹ کا دروازہ اس کے لئے کھولے گا۔۔!

"کہاں چلنا ہے" عمران نے مڑے بغیر اس سے پوچھا

"گرانڈ ہوٹل۔۔۔!"

کار حرکت میں آگئی۔۔۔۔ پتہ نہیں کیوں کرسٹین کی خواہش تھی کہ وہ بولتی رہے۔۔۔!

"کیا آپ لوگ خود بھی پینٹر ہیں۔۔۔!" اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"نہیں مادام۔۔!" جوزف کراہا۔

"کیا آپ مجھے اس پرندے کے بارے میں وضاحت سے بتائیں گے!"

"مادام آپ نے اس منحوس پرندے کو کہاں دیکھا تھا۔۔!"

"اپنے یہاں کے ایک چڑیا گھر میں۔۔!"

"وہ چڑیا گھر اب تک یقیناً تباہ ہو چکا ہوگا۔۔!"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔۔!"

"تو اب ہو جائے گا مادام۔۔ گھاؤنچ بیرا۔۔ تباہی کا نقیب ہے!"

وہ ہنس پڑی۔۔۔ اور جوزف بڑبڑایا۔ ترقی یافتہ لوگ ان باتوں کو مضحکہ خیز سمجھتے ہیں! لیکن کبھی کبھی ان کی آنکھیں کھل ہی جاتی ہیں۔"

"اوہ معاف کرنا۔ اگر تمہارے جذبات کو ٹھیس لگی ہو۔۔!"

"کوئی بات نہیں مادام۔۔۔!" جوزف گلوگیر آواز میں بولا۔

پھر کرسٹین خاموش ہو گئی!

پتہ نہیں کیوں اب وہ سوچ رہی تھی کہ اس سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔ نہ جانے یہ دونوں کون ہیں اور اس سے کس طرح پیش آئیں۔۔۔ اس ملک میں قدم رکھے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا ہے۔۔۔ پتہ نہیں یہاں کے لوگ حقیقتاً کیسے ہوں۔۔!

کچھ دیر بعد کار گرانڈ ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

"اسے لے جائیے۔۔!" عمران نے کرسٹین کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"اور آپ۔۔!" وہ نیچے اترتی ہوئی بولی۔

"میں گھاؤنچ بیرا کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوں۔۔!"

"لیکن۔۔۔ یہ تو آنکھیں ہی نہیں کھولتے اور میں ان کا بازو پکڑ کر لے نہیں جا سکتی۔۔!"

عمران نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر جوزف کو نیچے کھینچ لیا اور دانت پیس کر بولا "چل۔۔ ساری زندگی میرے لئے مصیبت بنا رہے گا۔۔۔ تیرے والدین تو کہیں عیش کر رہے ہوں گے۔۔!"

"والدین کا نام نہ لو باس۔۔!" جوزف ہانپتا ہوا بولا۔ آنکھیں کھلی ہوتیں تو دور ہی جی کا بار ہلکا کر لیتا۔۔۔!"

"چل۔۔!" عمران نے اسے دھکا دیا اور اس کا بازو پکڑ کر چلتا رہا۔

اتفاق سے لفٹ میں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔۔۔۔! ورنہ وہ بھی انہیں آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا۔۔۔۔!

دوسری منزل کے گیارہویں کمرے کے سامنے رک کر کرسٹین نے دروازے کے قفل میں کنجی گھمائی۔۔۔۔!

دروازہ کھول کر اندر گئی تھی۔۔۔ اور کمرے میں روشنی کرنے کے بعد ان سے اندر آنے کو کہا تھا۔۔!

یہ تین چھوٹے چھوٹے کمروں کا سیٹ تھا۔

"آپ لوگ بیٹھیے۔۔۔ میں اپنا البم لاتی ہوں۔۔۔ اور اس وقت پینے کے لئے گرم گرم کافی ہی مناسب رہے گی۔۔!"

عمران نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا تھا لیکن وہ اس کی بات سننے کے لئے رکی نہیں تھی اور عمران اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے حقیقتاً کچھ کہنے کا ارادہ نہ رہا ہو۔!

کرسٹین کے چلے جانے کے بعد اس نے جوزف کو جھنجھوڑ کر کہا: ”دیکھا۔ تو نے۔۔۔ اب تیری وجہ سے کافی بھی پینی پڑے گی۔۔۔۔ صورت حرام۔!“

”اب میں خودکشی کر لوں گا باس۔!“

”یہاں نہیں۔!“

اتنے میں کرسٹین واپس آ گئی۔۔۔ لیکن اس کے چہرے پر بدحواسی کے آثار تھے۔۔۔۔ جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔

”مگ۔۔۔ کیا آپ۔۔۔ کچھ پریشان ہیں۔۔۔!“ عمران اٹھ کر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

لیکن وہ اسے جواب دینے کے بجائے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔! آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔۔۔۔ اور وہ۔۔۔ اس طرح ہانپ رہی تھی جیسے میلوں سے دوڑتی چلی آئی ہو۔!

”مگ۔۔۔ کیا آپ کی طبیعت خراب ہے؟“ عمران نے پھر پوچھا

اس نے اس کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ اور دھم سے کرسی کی پشت سے جا لگی۔!

آنکھیں بند ہو گئیں۔۔۔۔ عمران اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا: ”ہو گیا کچھ گھاڑ پچ بیڑا۔!“

”کیا بات ہے۔۔۔ ب۔۔۔ باس! جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔!

”تو بس چپ ہی رہ۔۔۔ ورنہ گلا گھونٹ دوں گا۔!“

”تو مجھے بھی بتاؤ نا۔۔۔ میں کب تک آنکھیں بند کئے بیٹھا رہوں گا۔!“

عمران اس کی طرف دھیان دیئے بغیر کرسٹین کی طرف بڑھا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں اور سانسیں اب معمول پر آتی جا رہی تھیں۔!

”کیا ہم لوگ واپس جائیں۔!“ عمران نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

لیکن جواب نہیں ملا۔!

شانہ پکڑ کر ہلایا مگر آنکھیں نہ کھلیں!

”مجھے بتاؤ باس۔۔۔ کیا بات ہے؟“

”یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔!“

”خدا غارت کرے۔۔۔ دیکھا تم نے باس۔۔۔ اب میرا مضحکہ نہ اڑانا!“

”لیکن تمہاری آنکھیں کیسے کھلیں گی۔۔۔ اس کے ہاتھ میں البم نہیں ہے!“

”یہ تو بہت برا ہوا۔۔۔ خیر اب تم مجھے واپس لے چلو۔۔۔ صبح ہی آنکھیں کھولوں گا!“

”خاموش بیٹھو۔۔۔!“ عمران نے کہا اور اس دروازے سے دیکھنے لگا جس سے وہ آئی تھی۔!

ایک بار پھر اسے ہلانے جلانے کے بعد وہ دروازے کی جانب بڑھا۔ یہ بھی ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔۔۔ بیڈ روم کہنا چاہیے! یہاں ایک بستر اور ایک چھوٹی میز کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔!

بائیں جانب بھی ایک دروازہ نظر آیا۔ وہ بھی کھلا ہوا تھا۔ روشن بھی تھا۔

جیسے ہی عمران نے تیسرے کمرے میں قدم رکھا اسے دروازے کے قریب ہی رک جانا پڑا۔

وہاں ایک لاش تھی! ایک آدمی فرش پر اوندھا پڑا تھا۔ اور اس کی پشت میں ایک خنجر دستے تک پیوست تھا کسی نے ایسی جگہ تاک کر وار کیا تھا کہ یقینی طور پر دل کو چھید گیا ہوگا۔!

دو سوٹ کیس کھلے پڑے تھے اور ان کی چیزیں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ کپڑے، کاغذات، کتابیں، مجلد کاپیاں۔

عمران چند لمحے ساکت کھڑا رہا۔ پھر لاش کی طرف توجہ دینے کی بجائے مجلد کاپیاں الٹنے پلٹنے لگا۔!

اور پھر شاید وہ البم اس کے ہاتھ آگیا جس کا تذکرہ کرسٹین نے کیا تھا۔ بڑی تیزی سے اس کے ورق الٹتا رہا اور بالآخر سنہری تتلی کی تصویر بھی مل گئی!

وہ پھر اسی کمرے میں پلٹ آیا۔ جہاں کرسٹین اور جوزف کو چھوڑ آیا تھا۔ ۔ ۔

اسے جس طرح چھوڑا تھا ویسے ہی ملی۔ جوزف آنکھیں بند کئے کرسی پر تنا بیٹھا تھا۔

تتلی والا صفحہ اس کے چہرے کے قریب لا کر عمران آہستہ سے بولا۔

"کھول دے آنکھیں۔!"

جوزف کے ہونٹوں پر کپکپاتی ہوئی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔!

تتلی پر نظر پڑتے ہی باچھیں کھل گئیں۔!

"بس خاموش بیٹھا رہ۔ ۔ ۔ میں ابھی آیا۔!" عمران نے کہا اور پھر اسی کمرے کی طرف جھپٹتا چلا گیا جہاں لاش پڑی دیکھی تھی۔ جیب سے

رومال نکال کر البم کے کور کی صفائی کی اور اسے پھر وہیں ڈال کر واپس چلا آیا۔

جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑے کرسٹین کو گھورے جا رہا تھا جس کی حالت میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔!

"اسے کیا ہوا ہے باس۔!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مگھاڑ پنچ ببرا۔!

"اب نام نہ لو اس منحوس کا۔!"

"اٹھو۔!"

جوزف نے کرسی چھوڑ دی! عمران نے کرسی کے ہتھے صاف کئے۔! اور اس کرسی کی بھی صفائی کر ڈالی جس پر خود بیٹھا تھا۔ جوزف اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

پھر عمران نے اسے دروازے کی طرف دھکیلا۔

"باس۔ وہ بے چاری۔!"

"خاموشی سے نکل چلو۔!"

وہ راہداری میں آئے۔ عمران دروازے کے دونوں ہینڈل صاف کرنا بھی نہیں بھولا تھا۔!

کچھ دیر بعد ان کی گاڑی ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ کے قریب رکی! عمران جوزف کو گاڑی ہی میں چھوڑ کر اتر گیا!

فون پر صفدر کے نمبر ڈائیل کئے! وہ دوسری طرف موجود تھا عمران نے ایکسٹو کی آواز میں کہا "صفدر گرانڈ ہوٹل کی دوسری منزل کے گیارہویں کمرے میں سوئیڈن کی ایک آرٹسٹ کرسٹین رہتی ہے۔! آج جب وہ فرنارڈ ہال سے اپنے کمرے میں واپس آئی تو اسے وہاں ایک

لاش ملی۔ لاش دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ کمرے میں اس کے علاوہ اس وقت اور کوئی نہیں ہے۔ تمہیں سب سے پہلے پولیس کو مطلع کرنا ہے۔ اور اس کیس پر پوری طرح نظر رکھنی ہے۔“

”بہت بہتر جناب!“ دوسری طرف سے آواز آئی!

”ہری اپ!“ کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر جب وہ کار اسٹارٹ کر رہا تھا۔ جوزف نے کہا ”شاید میرا دماغ چل گیا ہے۔!“

”کیوں؟ کیا اندھیرے میں کچھ دیکھا ہے!“

”نہیں باس۔ وہ بے چاری۔!“

”ابے تو عورتوں کا ہمدرد کب سے ہو گیا ہے!“

”اُس نیک عورت نے مجھ سے بھی ہمدردی کی تھی؟“

”تو میں نے کب اس کا گلا گھونٹا ہے۔“

”وہ بے ہوش کیوں ہو گئی تھی باس؟“

”گھاؤ پنج بیرا۔ اور دیکھ اب کسی کے سامنے یہ نام تیری زبان سے نہ نکلنے پائے؟“

”میں کیوں نام لینے لگا۔۔۔ تم بھی بار بار نہ دہراؤ!“

”اور اُس ہمدرد عورت کو بھی بھلا دو۔!“

”کیا مر گئی تھی باس۔!“

”میں کہتا ہوں اب اس کا تذکرہ بند!“

”اوکے باس! اب نام نہیں لوں گا۔۔۔ لیکن باس۔۔۔ میں کہنا بھول گیا تھا۔ میرا نشہ اکھڑ رہا ہے!“

”گھر چل کر جما دوں گا۔!“

”اچھا باس۔!“ اس نے بھاڑ سا منہ کھول کر جماہی لی۔

کار تیزی سے۔۔۔ سڑکیں طے کر رہی تھی!

کچھ دیر بعد جوزف نے پھر جماہی لی اور بولا ”گھر کب آئے گا باس!“

”اللہ مالک ہے۔!“

”میری رگیں ٹوٹ رہی ہیں باس۔!“

”ان ٹوٹی ہوئی رگوں سے ایک رسی بٹو اور اس کا پھندہ اپنے گلے میں ڈال لو۔ ٹانگیں میں کھینچ دوں گا۔!“

جوزف ہونٹ بھینچ کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا!

عمران یونہی بلا مقصد گاڑی نہیں دوڑاتا پھر رہا تھا۔!

اس نے محسوس کیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے!

گرانڈ ہوٹل سے روانگی کے وقت اس نے دھیان نہیں دیا تھا! لیکن جب وہ پبلک ٹیلیفون بوتھ سے نکل کر دوبارہ گاڑی پر بیٹھ رہا تھا۔ اس نے قریب ہی گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی!

اس نے تھرٹینتھ اسٹریٹ میں اپنی گاڑی موڑ دی!

”ابھی تک اس کی نحوست سے چھٹکارا نہیں ہوا۔“ جوزف کراہا۔

عمران عقب نما آئینے میں پچھلی گاڑی کی روشنیاں دیکھ رہا تھا!

تھرٹینتھ اسٹریٹ میں بھی اس کے محکمے کی ایک عمارت تھی اور وہ وہیں رک کر تعاقب کرنے والوں کے بارے میں اندازہ کرنا چاہتا تھا۔

اس نے گاڑی ایک جگہ روکی اور نیچے اتر کر اس کا بونٹ اٹھانے لگا۔ دوسری گاڑی قریب سے گزر کر آگے بڑھتی چلی گئی!

"کیا چکر ہے باس۔!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اس نے محسوس کیا کہ اگلے موڑ پر جا کر وہ گاڑی بھی رُکی ہے۔!

اس نے ہونٹ گرا کر دوبارہ اسٹیئرنگ سنبھالا اور گاڑی کو آہستہ آہستہ بیک کرتا ہوا۔ ایک گلی تک لایا۔!

اس گلی سے اندر ہی اندر وہ اگلے موڑ تک پہنچ سکتا تھا۔ جہاں اس کے اندازے کے مطابق تعاقب کرنے والی گاڑی پارک کی گئی تھی۔!

لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو دور دور تک کسی گاڑی کا پتہ نہیں تھا۔!

"ہم کیا کرتے پھر رہے ہیں باس؟" جوزف نے پھر جماہی لے کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔! شاید اب گھر ہی چلیں۔" عمران بڑبڑایا۔

اس نے تعاقب کرنے والی گاڑی کے نمبر ذہن نشین کر لئے تھے

* * *

دوسری صبح جوزف جگائے جانے ہی پر اٹھا تھا۔!

"کیا ہے۔؟" وہ سلیمان کو پھاڑ کھانے دوڑا۔

"باوا بیٹھے ہیں تمہارے ڈرائینگ روم میں!"

"کیا بکتا۔؟"

چل کر دیکھ لو۔!"

"میں نہیں جانتا۔ ۔ ۔ کون ہائے۔ ۔ ۔ بولو۔!"

"کیپٹن فیاض۔ ۔ ۔ ۔"

"باس کہاں ہے؟"

"باس کو تو وہ ڈکشنری میں تلاش کر رہا ہے۔!"

جوزف انگڑائیاں اور جماہیاں لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

پھر ڈرائنگ روم تک پہنچنے میں اسے دس منٹ لگے تھے اور اس وقفے میں اس نے صرف دو کام کئے تھے۔ منہ پر چھینٹے دیئے تھے اور خالی پیٹ ٹھرے کا پورا گلاس چڑھا گیا تھا۔!

فیاض کو اس نے فوجی انداز میں سلام کیا۔

"بیٹھ جاؤ۔!" فیاض نے اسے نرم لہجے میں مخاطب کر کے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

جوزف نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں تعمیل کی!

"عمران کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں جناب۔ ۔ ۔ وہ مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتے!"

"پچھلی رات میں نے تم دونوں کو پرندوں کی نمائش میں دیکھا تھا!"

"میں نے اپنی عمر میں اتنی اچھی نمائش نہیں دیکھی جناب!"

"لیکن تم نے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں!"

"اوہ۔!" اب جوزف کو ہوش آیا۔ ۔ ۔ پچھلی رات وہ اور عمران ایک بے ہوش عورت کو اس کے حال پر چھوڑ آئے تھے۔ کہیں کوئی چکر نہ ہو۔!

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"کیا بات تھی جناب۔؟"

"تم نے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں؟"

"میں بہت زیادہ نشے میں تھا پچھلی رات۔۔۔ باس نہ ہوتے تو میں پتہ نہیں کہاں ہوتا۔۔۔ آپ باس ہی سے پوچھ لیں؟"

"تم کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔!"

"مجھے کچھ یاد ہی نہیں میں چھپاؤں گا کیا؟"

"لیکن تم پرندوں کی نمائش میں گئے تھے؟"

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے؟"

"یہ اتنا کیسے یاد رہا۔!"

"فرنانڈہ ہال کے قریب ہی ایک بار بھی ہے۔ بار میں بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا تھا کہ مجھے بھی یہ نمائش دیکھنی چاہیئے!"

"عمران بھی تھا تمہارے ساتھ؟"

"اور کیا۔۔۔ وہی تو پلوار ہے مجھے۔۔۔ خدا ایسا مالک سب کو دے۔ میں تو انہیں اپنا باپ سمجھتا ہوں۔۔۔ کیپٹن میں آپ کو کیا بتاؤں۔۔۔ جب وہ پیار سے میرے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہیں تو میں اپنی یتیمی کا دکھ بھول جاتا ہوں۔!" جوزف کی آواز گلوگیر ہو گئی اور آنکھیں بھر آئیں۔!

فیاض اسے قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا۔!

"آسمانی باپ کے بعد اسی باپ کا سہارا ہے مجھے! کیپٹن!"

ٹھیک اسی وقت عمران کمرے میں داخل ہوا۔۔۔ حالت بتا رہی تھی! جیسے کوئی لمبا سفر درپیش رہا ہو۔۔۔

"آہا۔۔۔" اس نے فیاض کو دیکھ کر دونوں ہاتھ پھیلائے "اس خوشگوار موقع پر کیا ہونا چاہیئے۔۔۔!"

"فیاض اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا!"

"جوزف تو یہاں کیا کر رہا ہے۔ جا کر ناشتے کے لئے کہہ دے!" عمران بولا

"جی نہیں۔۔۔ جوزف کی موجودگی بھی ضروری ہے!"

"سلیمان۔!" عمران نے ہانک لگائی اور سلیمان دوڑا آیا۔

"جی صاحب۔۔۔!"

"تو بھی بیٹھ۔۔۔!" عمران نے جوزف کے برابر والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔!

"یہ کیا شروع کر دیا تم نے؟" فیاض غرایا۔

"میں سمجھا شاید سلیمان کی موجودگی بھی ضروری ہو!"

"تم دونوں میرے ساتھ میرے آفس تک چلو گے!"

"مجھ میں تو اس وقت غسل خانے تک جانے کی بھی تاب نہیں ہے!"

"عمران۔!"

"یس پلیز۔۔۔ کیپٹن فیاض۔!"

"میں اس وقت ڈیوٹی پہ ہوں۔!"

"حکومت کا شکرگزار ہوں کہ اس نے تمہاری ڈیوٹی غریب خانے پر لگا دی ہے۔ کیوں سلیمان وہ بچے اب بھی تیرے پیچھے تالیاں بجاتے ہیں!"

"بہت چھیڑتے ہیں صاحب۔۔۔ کہتے ہیں وہ دیکھو مسٹر عمران کا باورچی جا رہا ہے!"

"خیر اب فکر کی بات نہیں۔۔۔ حکومت نے ہماری فریاد سن لی!"

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کچھ لوگ کھینچ کر تمہیں زبردستی لے جائیں!" فیاض نتھنے پھلا کر بولا۔

"سلیمان اب تمہاری موجودگی ضروری نہیں!" عمران نے سلیمان سے کہا اور وہ چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔!

"ہاں۔۔۔ تو جوزف کی موجودگی کیوں ضروری ہے جناب!" عمران نے اسے پوچھا۔

"پچھلی رات تم دونوں پرندوں کی نمائش میں تھے!"

"آہا۔۔۔ تو وہاں بھی آپ ڈیوٹی پر تھے۔!"

"میری بات کا جواب دو۔۔۔!"

"جی ہاں۔۔۔ ہم دونوں وہاں تھے۔۔۔ اور جوزف کو گھاڈ پچ بسرا ہو گیا تھا۔!"

"اوہ۔۔۔ تو تم ہی دونوں تھے۔۔۔!" فیاض کی آنکھیں چمکنے لگیں!

"یار وہی ہو گئی۔۔۔ ایسی نامعقول عورت آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔۔۔ کیوں؟ کیا اس نے ہمارے خلاف کوئی بہتان تراشا ہے!"

"کس عورت کا تذکرہ کر رہے ہو؟"

عمران نے کہانی شروع کر دی اور اس مقام پر پہنچ کر خاموش ہو گیا جہاں سے وہ گرانڈ ہوٹل کے لئے روانہ ہوئے تھے۔!

"خاموش کیوں ہو گئے۔!"

"اس عورت کی بیہودگی یاد کر کے پھر غصہ آ رہا ہے۔ وہ ہمیں سنہری تتلی کی تصویر دکھانے لے گئی تھی۔۔۔!"

"پھر کیا ہوا۔۔۔؟"

"بیٹھ گئی ایک کرسی پر اور خراٹے لینے لگی!"

"میاں تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو!"

"خدا کی پناہ! کیا اس نے اس کے علاوہ کچھ بیان دیا ہے!"

"عمران خواہ مخواہ اپنی گردن نہ پھنساؤ۔۔۔ اس اعتراف کے بعد کہ تم کرسٹین کے ساتھ اس کے کمرے میں گئے تھے۔ کسی طرح نہ بچ سکو گے!"

"خدا کی قسم بالکل بچ کر نکل آیا تھا!" عمران نے بڑے بھولپن سے کہا۔

"تو گویا تمہیں اعتراف ہے کہ وہ تمہاری موجودگی میں ہی بے ہوش ہوئی تھی!"

"بے ہوش۔۔۔!" عمران بوکھلا کر کھڑا ہو گیا!

"بنو مت۔۔۔ نہیں چلے گی۔۔۔ اعتراف کرو کہ وہ ایک لاش کو دیکھ کر بے ہوش ہوئی تھی!"

"کیپٹن فیاض! کہیں تمہیں بھی تو گھاڈ پچ بسرا نہیں ہو گیا!"

"سنجیدگی اختیار کرو۔۔۔ کرسٹین کے بیان نے تمہیں بری طرح الجھا دیا ہے۔۔۔ میرے محکمے کے ایکسپرٹ انسائیکلوپیڈیا میں گھاڈ پچ بسرا تلاش کر رہے ہیں۔!"

"ابے تو۔۔۔!" عمران جوزف کو گھونسا دکھا کر بولا "تجھ سے تو خدا ہی سمجھے۔ اگر فیاض کے پورے محکمے کو گھاڈ پچ بسرا ہو گیا تو میرے والد صاحب کا کیا ہو گا۔!"

"ابھی ان تک بات نہیں پہنچی!" فیاض عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

"میرے بھائی پہنچنے بھی مت دینا۔ میں ان کے بڑھاپے میں گھاڈ پچ بسرا کی شمولیت ہرگز پسند نہ کروں گا۔!"

"اب سیدھی ہی طرح بتاؤ کہ تم نے اس کے ساتھ جانے کے لئے یہ ڈراما کیوں کیا تھا۔؟"

"کیپٹن فیاض! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ میرے لئے بالکل اجنبی تھی اور یہ پیشکش اسی کی تھی کہ ہم اس کے ساتھ جا کر سنہری تتلی دیکھ سکتے ہیں۔!"

"میں یقین نہیں کرسکتا!"

"تب پھر تم مجھے اس کے پاس لے چلو۔۔۔۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کیوں کر انکار کرتی ہے! کیا تم اس کا بیان سنانے کی زحمت گوارا کرو گے!"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے!" فیاض گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

"مجھے بھی ناشتہ کرنا ہے!"

"تو تم نے لاش نہیں دیکھی تھی!"

"کہاں دیکھتا لاش!"

"وہ تین کمروں کا سوٹ ہے۔ ایک کمرے میں لاش بھی تھی!"

"میں اس کمرے سے آگے نہیں بڑھا تھا جہاں اس نے ہمیں بٹھایا تھا!"

"اور پھر البم لینے اندر چلی گئی تھی۔!" فیاض نے سوال کیا۔

"مجھے یاد نہیں۔۔۔۔ میں تو جوزف میں الجھا ہوا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ کسی طرح اس توہم کے جال سے نکل سکے! سنہری تتلی کے بغیر ہی اس کی آنکھیں کھلوانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔۔۔ پھر جو مڑ کر دیکھا تو وہ کرسی پر سوتی نظر آئی۔۔۔۔ میں نے قریب جا کر اسے آوازیں دیں۔۔۔۔ جب وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو میں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ اس وقتی اندھے کا بازو پکڑ کر خود لنگڑاتا ہوا وہاں سے بھاگ نکلوں۔ سن رہا ہے نالائق۔!"

عمران خاموش ہو کر پھاڑ کھانے والے انداز میں جوزف کو گھورنے لگا۔ پھر اس نے ویسے ہی موڈ میں فیاض کو گھور کر پوچھا "کیا اس نے ہم پر کسی قسم کا الزام لگایا ہے!"

فیاض نے نفی میں سر ہلا کر کہا "اس کے بیان کے مطابق وہ تمہیں سٹنگ روم میں چھوڑ کر البم لینے اندر گئی تھی! تیسرے کمرے میں جہاں اس کا سامان رکھا تھا اسے ایک لاش نظر آئی۔!"

"پھر کیا ہوا۔؟"

"وہ سٹنگ روم میں واپس آکر بے ہوش ہو گئی تھی!"

"کس کی لاش تھی؟"

"یہ تم مجھ سے زیادہ بہتر جان سکتے ہو۔!"

"وہ کس فارمولے کے تحت سوپر فیاض۔!"

"نمائش گاہ سے روانگی سے قبل ہی تمہیں علم تھا کہ اس کے کمرے میں ایک لاش پڑی ہے!"

"یہ فارمولا نہیں ہے کیپٹن اسے مفروضہ کہتے ہیں!"

فیاض پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عمران نے ہانک لگائی۔

"سلیمان۔ ناشتہ۔!"

"ضرور ناشتہ کرو۔۔۔۔ لیکن میں تمہیں ساتھ ہی لے کر جاؤں گا!"

"دوپہر کے لئے کیا پکوایا ہے گھر پہ۔۔۔۔ آجکل جھینگا پلاؤ۔۔۔ میری مرغوب ترین غذا ہے۔۔۔۔" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

"کئے جاؤ بکواس۔۔۔۔!" فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا اور جوزف کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔۔ جوزف کی نظر سامنے والی دیوار پر جمی ہوئی تھی۔ کرسی پر تنا بیٹھا تھا۔۔۔۔ دونوں ہاتھ زانوؤں پر تھے۔!

"یہ گھاؤ پنچ بسرا کیا ہوتا ہے جوزف!" فیاض نے اسے مخاطب کیا۔

"اگر میری زبان سے کچھ نکل گیا تو مزید تباہی پھیلے گی۔" جوزف نے اسی طرح سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ناشتے سے پہلے اگر کسی قسم کی تباہی پھیلی تو میں تیرا سر اڑا دوں گا!" عمران اُسے گھونسا دکھا کر بولا۔

سلیمان میز پر ناشتہ لگا رہا تھا۔۔۔!

"اوہ۔۔۔ مردود۔۔۔ اس قاب میں کیا ہے!" عمران اس کی طرف مڑا۔

"مٹن کھچڑی۔۔۔ اور گھتیاں کی تلی ہوئیں قاشیں۔!"

"ناشتے میں!" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"جی نہیں! پہلے آپ پچھلی رات کا کھانا کھائیں گے۔ پھر ناشتہ کریں گے!"

"اچھا۔ اچھا۔ ہاں شاید میں پچھلی رات کا کھانا گول کر گیا تھا۔۔۔۔ سلیمان تو میرا بڑا خیال رکھتا ہے۔!"

"خیال نہ رکھوں تو خود مجھے بھگتنا پڑے!"

"اور تو خود نہیں کھاتا۔۔۔ مجھے کھلا دیتا ہے۔۔۔ خدا تجھے اس کا نیک اجر دے گا۔!"

"اور اگر آج آپ نے روپے نہ دیئے تو رات کے کھانے پر نان نمک سیلیبریشن کے لئے تیار رہے گا۔"

"او آرٹسٹک۔۔۔!" عمران خوش ہو کر بولا۔ اور اپنی کرسی میز کے قریب گھسیٹ لایا۔ اس نے جوزف کو اشارہ کیا تھا کہ وہاں سے اٹھ جائے۔"

جوزف چلا گیا لیکن سلیمان میز کے قریب ہی کھڑا رہا۔ فیاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم بھی جاؤ۔۔۔ جب ضرورت ہو گی بلا لیا جائے گا۔"

"صاحب! میرے لئے حکم ہے کہ انہیں کھاتے پیتے دیکھ کر کھڑا خوش ہوا کروں!"

"جاؤ۔۔۔!" فیاض غرایا۔

اور عمران سر ہلا کر بولا۔ "جاؤ۔۔۔ جاؤ۔۔۔ آج یہ خوش ہونا چاہیئے بس۔!"

سلیمان چلا گیا۔

"تم بالکل جانوروں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہو!" فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"بسر کر رہا ہوں نا۔۔۔ کچھ لوگ تو کسی طرح بھی بسر نہیں کر پاتے میں بھی تنگ آ گیا ہوں۔۔۔ سوچ رہا ہوں کہ پھر لندن جا کر کاسٹ اکاؤنٹنسی کا کورس کر لوں۔۔۔ واپسی پر سرسوں پیلنے کی مشین لگا لوں گا۔"

"کیوں کیا آج کل مجرموں کو بلیک میل نہیں کر پاتے۔"

"کہاں بھائی۔۔۔ اس پریکٹس میں بھی اب کچھ نہیں رکھا۔ جسے دھمکاؤ وہی کسی بڑے آدمی کا سالا یا داماد نکلتا ہے۔ اب نہیں چلے گی۔"

"کرلیٹن کا خیال ہے کہ تم لوگوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے گھاڈپنچ ببرا کا چکر چلایا تھا۔"

عمران نے ایسا منہ بنایا جیسے حلق میں نوالہ اٹک گیا ہو۔

"یار ناشتہ کرنے دو چین سے۔!" وہ کچھ دیر بعد بولا۔ "پچھلی رات سے ناک میں دم ہے۔۔۔ اس وقت تو تم ہی مجھے گھاڈپنچ ببرا معلوم ہو رہے ہو۔۔۔!"

"مقتول۔۔۔ ایک سفارت خانے کا فرسٹ سیکرٹری تھا۔!"

"کونسا مقتول۔۔۔؟"

"جس کی لاش کرسٹین کے کمرے میں پائی گئی ہے!"

"کیا کرسٹین نے خود رپورٹ کی تھی!"

"نہیں — ہم نے اسے کمرے میں بے ہوش ہی پایا تھا!"

"تمہیں کس نے اطلاع دی تھی!"

"گرانڈ ہوٹل کے ہاؤز ڈیٹیکٹیو نے —!"

"اسے کیسے معلوم ہوا تھا!"

"کسی نے اس سے فون پر کہا تھا کہ دوسری منزل کے گیارہویں کمرے میں قتل ہو گیا ہے —!"

"اور تمہارے خیال کے مطابق...... میں نے ہی اس سے کہا ہوگا...!"

"نہیں... اس کے خیال کے مطابق وہ کوئی غیر ملکی تھا!"

عمران نے طویل سانس لی اور کافی انڈیلنے لگا —!

"پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو —!"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارا نام آنے پائے لیکن اس نے تم دونوں کے نام یاد رکھے تھے —!"

"اب یہاں تھوڑی سی عقل استعمال کرو — بات اگر گھپلے کی ہوتی تو ہم اپنے صحیح نام اسے کیوں بتاتے —!"

فیاض کسی سوچ میں پڑ گیا... پھر کچھ دیر بعد طویل سانس لے کر بولا "تم اپنا بچاؤ کس طرح کر سکو گے —!"

"میرے بیان میں تبدیلی نہیں ہوگی...... اور تم میرے بچاؤ کی فکر نہ کرو"

"میرا خیال ہے کہ تم روپوش ہو جاؤ —!"

"بھلا کیوں سوپر فیاض...!"

"چھپ کر تم بہتر طور پر کام کر سکو گے —!"

"تم نے شاید غور سے نہیں سنا کہ آج رات سلیمان صرف نان نمک پیش کر سکے گا —!"

"کیا کہنا چاہتے ہو —!"

"یہی کہ چھپ کر کچھ کرنے کی بجائے دھندے کی فکر کروں گا"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو... کرسٹین کے بیان کے مطابق تم شبہے میں دھرے جا سکتے ہو —!"

"نان نمک کی فکر سے نجات ملے گی... اے قانون کے محافظ جلدی سے میرے رزق کا ذریعہ بن جا... خدا تیری بھی سنے گا"

"میں کہہ رہا ہوں سنجیدگی سے غور کرو اس مسئلے پر —!"

"بیک وقت دو کام نہیں کر سکتا — فی الحال مجھے ناشتہ کر لینے دو!"

فیاض سگرٹ سلگانے لگا... عمران ناشتے سے فارغ ہو کر آرام کرسی پر جا لیٹا....!

دفعتاً فیاض نے کہنا شروع کیا "کرسٹین کا اپنا سامان چاروں طرف بکھرا ہوا ملا تھا... دونوں سوٹ کیس کھلے پڑے تھے ایک ایک چیز نکال کر پھینک دی گئی تھی!"

عمران کچھ نہ بولا۔

"ارے تم اونگھ رہے ہو....!" فیاض جھنجھلا کر بولا۔

عمران چونک کر سیدھا ہو بیٹھا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا

"کیا بات ہے —؟"

"اگر تم نہیں سننا چاہتے تو جہنم میں جاؤ!" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ "کچھ دیر بعد متعلقہ تھانے کا کوئی آفیسر تمہیں یہاں سے لے جائے گا۔"

"تم شاید کریسٹن کے سوٹ کیسوں کی بات کر رہے تھے! کیا کوئی چیز چوری بھی گئی ہے۔!"

"صرف ایک اسکیچ بک.... اس کی دانست میں وہ بہت قیمتی تھی۔!"

"اسکیچ بک کی کیا قیمت ہو سکتی ہے!"

"اپنی نوعیت کے اعتبار سے وہ قیمتی ہی تھی۔ اسے دراصل آٹو گراف اسکیچ بک کہنا چاہیئے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"دنیا کے بڑے بڑے آرٹسٹوں کے بنائے ہوئے دستخط شدہ خاکے اس میں موجود تھے۔!"

"اوہ۔!" عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ فیاض اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کسی شعبدے کا منتظر ہو... لیکن عمران نے پھر اونگھنا شروع کر دیا۔!

فیاض نے اسے آواز دی اور وہ آنکھیں کھول کر کسی معصوم بچے کی طرح مسکرایا....

"اب میں تم سے آخری سوال کرنا چاہتا ہوں...!" فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔

"پچھلے ہی سوال کو آخری سمجھ کر میں اونگھنے لگا تھا۔ بقول شیخ سنڈو!"

فیاض نے اسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

"آخری سوال اسی پر آئندہ حالات کا انحصار ہو گا۔ کیا تم کسی چکر میں:

وہاں گئے تھے۔!"

"تقدیر کا چکر سوپر فیاض... لیکن میں کہاں کس چکر میں گیا تھا!"

"تصویروں کی نمائش میں۔!"

"یقیناً وہ تقدیر ہی کا چکر تھا... لیکن تم اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔"

"تم نے مجھے بڑی دشواری میں ڈال دیا ہے۔!"

"سوپر فیاض تم کچھ فکر مند سے لگ رہے ہو۔!"

"تم اگر کسی چکر میں تھے تو تمہیں اس کو اپنا نام نہ بتانا چاہیئے تھا۔!"

"میں کب کہتا ہوں کہ میں کسی چکر میں تھا... یقین کرو جوزف کی شامت مجھے وہاں لے گئی تھی۔!"

"یعنی جوزف تمہیں وہاں لے گیا تھا۔!"

"ہاں قطعی۔ کہنے لگا شاید مجھے اپنے دیس کا کوئی پرندہ نظر آجائے! دراصل اس وقت مجھے نیند آرہی ہے۔ اس لئے میری کسی بات پر یقین نہ کرنا!"

"پھر تم نے جوزف کے لئے سنہری تتلی کیسے مہیا کی۔!"

"شاید تمہیں بھی نیند آرہی ہے سوپر فیاض۔!"

"اچھا تو میں جوزف کو اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں...!" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

"فضول ہے... اس کی آنکھیں بند تھیں... وہ تمہیں کچھ بھی نہ بتا سکے گا..."

"کم از کم یہ تو بتا ہی سکے گا کہ اس کی آنکھیں کیسے کھلی تھیں!"

"کوشش کرو۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا اور پھر آنکھیں بند کرنے ہی والا تھا کہ فیاض نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آرام کرسی سے اٹھا دینا چاہا

لیکن پتہ نہیں کیا ہوا کہ خود عمران پر جا گرا۔

اور اب عمران اسے اپنے بازوؤں میں جکڑے خوفزدہ آواز میں چیختے جا رہا تھا۔۔۔ ”ارے۔۔۔ بچاؤ۔۔۔ بچاؤ۔۔۔ بچاؤ۔۔۔!“

سلیمان اور جوزف دوڑتے ہوئے آئے تھے۔۔۔ ایک پل کے لئے وہ دم بخود ہوئے تھے پھر دونوں نے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔!

”بہت بری طرح پیش آؤں گا۔۔۔ چھوڑ دو مجھے!“ فیاض آہستہ سے بولا۔ وہ غصے کے مارے پاگل ہوا جا رہا تھا۔!

”اوہ میرے خدا۔۔۔“ عمران کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی!

فیاض اچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا ان دونوں پر الٹ پڑا۔

”چلے جاؤ۔۔۔ یہاں سے بھاگو۔!“

عمران مسکین صورت بنائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

”سوپر فیاض۔۔۔!“ وہ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا ”میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ نیند میں ہوں۔۔۔ مجھے نہ چھیڑو۔۔۔ میں سمجھا تھا شاید تم نے مجھے دبوچ رکھا ہے۔!“

”میں تمہیں دیکھوں گا۔۔۔!“ فیاض نے کہا اور کمرے سے نکلا چلا گیا۔!

عمران پر تفکر انداز میں آہستہ آہستہ منہ چلاتا رہا۔!

صفدر نے فون پر ایکسٹو کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے

جواب ملنے پر بولا ”جس کار کا نمبر آپ نے دیا تھا اس کا سراغ مل گیا۔ یہ کار اسی سفارت خانے کے ایک آفیسر ہف روجر کی ہے۔ جس کا فرسٹ سیکرٹری گرانڈ ہوٹل میں قتل کیا گیا تھا۔!“

”ہف روجر کے بارے میں معلومات فراہم کرو۔!“ ایکسٹو کی آواز آئی۔

”وہ اس وقت ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں موجود ہے اور میں یہیں سے آپ کو فون کر رہا ہوں۔!“

”اچھی بات ہے! تم وہیں ٹھہرو۔۔۔ عمران کچھ دیر بعد وہاں پہنچے گا!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

صفدر سلسلہ منقطع کر کے پبلک ٹیلیفون بوتھ سے نکلا اور ہال میں اپنی میز سنبھال لی۔ اسے عمران کا انتظار کرنا پڑا۔

ہف روجر کی میز بھی زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔۔۔ وہ ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ جسم کی بناوٹ ورزشی تھی۔ آنکھیں نیلی اور نوکیلی ناک کے نیچے گھنی بھوری مونچھیں تھیں۔!

اس کے ساتھ ایک خوش شکل اور جوان العمر عورت بھی تھی اور وہ بھی صفدر کے لئے اجنبی نہیں تھی۔۔۔ پچھلی رات اسی کے سلسلے میں تو جاگتے گزری تھی۔۔۔ سوئیڈش آرٹسٹ کریسٹین۔۔۔ جس کے کمرے میں ایک سفارتی آفیسر کا قتل ہوا تھا اور وہ اس وقت اسی سفارت خانے کے آفیسر کے ساتھ یہاں بیٹھی نظر آ رہی تھی۔۔۔!

صفدر نے اسے ابھی تک ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا تھا حالانکہ ہف روجر بات بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔!

کچھ دیر بعد ایک آدمی صفدر کی میز کے قریب آ کھڑا ہوا۔ عجیب سا حلیہ

تھا۔۔۔ پھولی ہوئی ناک کے نیچے اتنی گھنی مونچھیں تھیں کہ دھانہ چھپ کر رہ گیا تھا۔۔۔

"تشریف رکھیئے۔۔۔ جناب والا۔۔۔!" صفدر کرسی سے اٹھتا ہوا بولا عمران کا یہ ریڈی میڈ میک اپ اس کے علم میں تھا۔۔۔!

"غالباً اب مجھے تمہارا شکریہ ادا کر کے موسم کا حال شروع کر دینا چاہیئے۔۔۔" عمران نے اسی طرح بیٹھے ہوئے کہا کہ کریسٹین پر بھی نظر رکھ سکے۔!

"ہیف روجر۔۔۔!" صفدر اس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولا۔

"کیا دونوں ساتھ آئے تھے۔!"

"نہیں۔۔۔ ہیف روجر پہلے آیا تھا۔!"

"ہوں۔۔۔۔!"

"آپ کے لئے کیا منگواؤں۔!"

"کچھ بھی نہیں۔۔۔!"

"کیا چکر ہے۔۔۔ اس نے اپنے بیان میں آپ کا نام بھی لیا ہے اور یہ گھاڈ پیچ بیرا کیا ہے۔!"

"اُٹھ کر بھاگ جاؤں گا اگر اب تم نے یہ نام دہرایا۔!"

"کیا آپ پہلے ہی سے ان لوگوں کے چکر میں تھے۔۔۔!"

"نہیں محض اتفاق ہے۔۔۔ اُدھر سے گزر رہا تھا۔ خیال ہوا چلو دیکھتے ہی چلیں۔۔۔ جوزف ساتھ تھا۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ بیان فیاض نے ہرگز تسلیم نہ کیا ہوگا۔"

"کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی

کچھ دیر خاموشی رہی پھر عمران بولا "عجیب بات ہے۔ کریسٹین نے اس لاش کی شناخت نہیں کی تھی۔۔۔۔ فرسٹ سیکرٹری اس کے لئے اجنبی تھا۔۔۔ اور اس وقت یہ اسی سفارت خانے کے ایک آفیسر کے ساتھ یہاں بیٹھی ہوئی ہے۔ اور پچھلی رات اسی آدمی کی کار میرے تعاقب میں رہی تھی۔!"

"اس وقت بھی یہ اسی گاڑی میں آیا ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

رات کے آٹھ بجے تھے۔۔۔۔ ہال کی آبادی بڑھتی جا رہی تھی!

"میرا خیال ہے کہ یہ اٹھنے والے ہیں!" صفدر بولا۔

کریسٹین اپنا وینٹی بیگ سنبھال رہی تھی۔۔۔ پھر انہوں نے ہیف روجر کو بھی اُٹھتے دیکھا۔۔۔!

جب وہ دونوں صدر دروازے سے نکل گئے تو عمران بھی اٹھا۔

"میں یہیں بیٹھوں۔" صفدر نے اس سے پوچھا۔

"جیسا دل چاہے۔۔۔!" عمران کہتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

کریسٹین اور ہیف روجر گاڑی سے اُتر کر جس عمارت میں داخل ہوئے تھے۔ اس کی کمپاؤنڈ تاریک تھی! گاڑی پھاٹک کے باہر ہی چھوڑ دی گئی تھی۔ اور وہ اندھیرے ہی میں پھاٹک سے گزر کر روش پر پہنچے تھے۔! روش کے اختتام پر برآمدہ تھا۔ برآمدہ بھی تاریک تھا۔ ہیف روجر نے اندھیرے ہی میں گھنٹی کا سوئچ تلاش کرکے بٹن دبایا۔۔۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اور روشنی کا لمبا سا مستطیل تاریک برآمدے کے فرش پر پھیلتا چلا گیا تھا۔۔۔!

کرسٹین کسی قدر پس و پیش کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔۔۔۔! اس طویل راہداری میں کئی بلب روشن تھے۔۔۔۔ دروازہ کھولنے والا آگے چل رہا تھا۔ اور یہ دونوں پیچھے تھے۔!

وہ آدمی انہیں ایک بڑے کمرے میں لایا جہاں تین آدمی پہلے سے موجود تھے! یہ تینوں بھی کسی مغربی ملک ہی سے تعلق رکھتے تھے۔!

انھوں نے کرسیوں سے اٹھ کر ان دونوں کا استقبال کیا تھا۔!

انھیں کرسیاں پیش کی گئیں۔!

کرسٹین کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔!

"آپ کیا پینا پسند فرمائیں گی مامو زیل" ان میں سے ایک نے بڑی شائستگی سے پوچھا۔

"شکریہ۔ کچھ بھی نہیں!"

"آپ موسیو۔۔۔۔!" اس نے ہف روجر سے بھی پوچھا۔

ہف روجر برا سا منہ بنا کر بولا "وقت ضائع نہ کرو میں بہت مصروف آدمی ہوں!"

وہ تینوں کچھ عجیب سے انداز میں کرسٹین کو دیکھے جا رہے تھے خود اس نے بھی اسے محسوس کیا اور ہف روجر کی طرف دیکھنے لگی! لیکن وہ اب کچھ ایسا بے تعلق سا نظر آ رہا تھا جیسے اسے پہچانتا تک نہ ہو۔!

خوف کی لہر اس کے سارے جسم میں دوڑ گئی۔!

"ہاں تو مامو زیل۔!" ان تینوں میں سے وہی بولا جو پہلے بولا تھا۔

کرسٹین اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔!

"آپ کو اپنی اسکیچ بک واپس لینی ہے۔!"

"یقیناً۔!" اس نے دلیر بننے کی کوشش کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا وہ بہت قیمتی ہے۔!"

"یقیناً۔!"

"اس کی کوئی خاص اہمیت ہے؟"

"کیوں نہیں۔ وہ ہماری خاندانی اسکیچ بک ہے! میرا دادا آرٹسٹ تھا میرا باپ آرٹسٹ تھا۔ میں بھی آرٹسٹ ہوں لہٰذا اس میں تین ادوار کے بہت بڑے بڑے آرٹسٹوں کے آٹوگراف اسکیچز ہیں!"

"اندازاً اس کی کیا قیمت ہو گی۔!"

"تمہیں اس سے کیا سروکار۔ میں اسے واپس لینے آئی ہوں۔!"

"پچھلی رات وہ دو آدمی جو آپ کے ساتھ گرانڈ ہوٹل آئے تھے کون تھے؟"

"یہ کیا بکواس ہو رہی ہے یہاں۔!" کرسٹین جھلا کر ہف روجر کی طرف مڑی۔ وہ دوسری طرف منہ کئے سگرٹ پی رہا تھا۔ کرسٹین کے مخاطب کرنے پر بھی متوجہ نہ ہوا۔

کرسٹین کھڑی ہو گئی۔

اب ہف روجر نے اس کی طرف دیکھا۔ اور دیکھنے کا انداز قطعی طور پر دھمکی سے بھرپور تھا۔

"میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتی!" کرسٹین تیز ہو کر بولی۔

"مطلب یہی ہے کہ وہ دونوں کون تھے۔!" ہف روجر کا لہجہ سرد تھا!

"اوہ تو میرے ساتھ فریب کیا گیا ہے!" کرسٹین نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا

کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ پانچوں اُسے ہی ایسی خونخوار نظروں سے دیکھے جا رہے تھے۔۔۔ جیسے کسی بھی لمحے میں اس کی تکا بوٹی کر ڈالیں گے۔!

"میں نہیں جانتی وہ دونوں کون تھے!" وہ کچھ دیر بعد بولی۔

"ناقابل یقین۔۔۔!" ہف روجر غرایا۔

"میں نے ان کے بارے میں پولیس کو بیان دیا تھا۔ اور وہ حرف بحرف سچ ہے۔!"

"بولے جاؤ۔ لیکن جب تک سچی بات تمہاری زبان سے نہیں نکلے گی چھٹکارا مشکل ہے۔!"

"تب تو پھر میں کسی طرح بھی یقین نہیں دلا سکتی!"

"تم پر تشدد بھی کیا جا سکتا ہے!"

"آخر کیوں؟"

"سچی بات معلوم کرنے کے لئے"

"میں اپنی اسکیچ بک واپس لینے آئی ہوں!"

ہف روجر نے قہقہہ لگایا۔

"تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو۔!"

دفعتاً ہف روجر سنجیدہ ہو کر اُسے خونخوار نظروں سے دیکھنے لگا!

پھر ان لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا "اسکیچ بک نکالو۔!"

ایک نے اپنے بریف کیس سے ایک مجلد کاپی نکالی اور اُسے ہف روجر کی طرف بڑھا دیا۔

کرسٹین کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی اور وہ مضطربانہ انداز میں ہف روجر کی طرف بڑھتی چلی گئی۔!

پھر اس نے اسے لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن ہف روجر نے بڑی بیدردی سے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا "تم اس کے۔۔۔ اسکیچز کے بارے میں وضاحت سے بتاؤ گی۔!"

وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اور ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا۔

"میرے قریب آؤ۔!" ہف روجر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ اور وہ غیر ارادی طور پر اس کی طرف کھنچی چلی آئی۔

ہف روجر نے کاپی کے کچھ ورق اُلٹنے کے بعد ایک تصویر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "کیا یہ اسکیچ بھی کسی مشہور آرٹسٹ کا بنایا ہوا ہے۔!"

"ہاں۔!" وہ مُردہ سی آواز میں بولی۔

"آرٹسٹ کا نام۔!"

"اس کے دستخط موجود تو ہیں۔!"

"میں صاف پڑھ نہیں سکتا۔!"

"مجھے۔ مجھے خود بھی نہیں معلوم۔!"

"تم جھوٹی ہو۔!"

وہ بے بسی سے اس کی شکل دیکھتی رہی۔

"تمہیں اس آرٹسٹ کا نام بتانا پڑے گا"

"اس میں کے بہتیرے آرٹسٹوں کے نام میں نہ بتا سکوں گی یہ تو میں نے اپنے باپ سے سنا تھا"

"پھر جھوٹ۔۔۔"

"یقین کرو۔ بہتیروں کے دستخط میری سمجھ میں بھی نہیں آئے ۔ آخر میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں ۔!"

کچھ دیر کے لئے سناٹا چھایا رہا۔ ہیف روجر کی پیشانی پر پر شکنیں ابھر آئی تھیں ۔

وہ چاروں بھی خاموش تھے ۔

وہ اسکیچ بک کے صفحات الٹتا پلٹتا رہا ۔ پھر ایک صفحے پر اس کی نگاہ جم کر رہ گئی ۔

یہ ایک پرندے کی تصویر تھی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی آرٹسٹ نے فرصت کے لمحات میں یونہی الٹی سیدھی لکیریں کھینچتے کھینچتے ان کے مجموعے کو کسی پرندے کی شکل دے دی ہو ۔!

"اسے دیکھو ۔! اس پر کسی کے دستخط نہیں ہیں ۔!" ہیف روجر نے سر اٹھا کر کہا ۔

"ہاں ایک تصویر ایسی بھی ہے!"

"یہ کس نے بنائی ہے؟"

"میں نہیں جانتی ۔!"

"تم جانتی ہو! تمہیں بتانا پڑے گا۔"

"آخر یہ ہے کیا مصیبت . . . میرے دماغ کی رگیں پھٹنے والی ہیں!"

"محض اس بات پر تم موت کے گھاٹ بھی اتر سکتی ہو!"

"آخر کیوں؟"

"تم اس تصویر کے بارے میں جو کچھ بھی جانتی ہو ۔ سچ سچ بتاؤ ۔!"

"آخر کیا بتاؤں؟"

"کس نے بنائی تھی؟"

"میں کس طرح بتا سکتی ہوں جب کہ اس پر نام بھی موجود نہیں!"

"پھر کون بتا سکے گا؟"

"میرے باپ کے علاوہ اور کوئی بھی شاید نہ بتا سکے! اور ان سے معلوم کرنے کے لئے تمہیں اپنے جسم کی قید سے آزاد ہونا پڑے گا۔"

"اوہ — تو مر چکا ہے تمہارا باپ!"

"کئی سال ہوئے — لیکن میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس اسکیچ بک کے لئے اتنا ہنگامہ کیوں؟"

ہیف روجر کچھ نہ بولا ۔

دفعتاً کسی نے دروازہ کھولا ۔

وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے! آنے والے کے ہاتھ میں ریوالور تھا —!

"اچھے آدمیو! تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے!"

کرسٹین نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا — عجیب ڈراؤنا سا چہرہ تھا — پھولی ہوئی ناک کے نیچے اتنی گھنی مونچھیں تھیں کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا تھا —!

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ —!" وہ غرایا ۔

مشینی انداز میں ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے! کرسٹین نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے تھے ۔!

"ہیف روجر! یہ اسکیچ بک فرش پر ڈال دو!" آنے والے نے تحکمانہ لہجے میں کہا ۔

"کیوں؟" ہمف روجر کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرّایا۔

"اس لئے کہ میں بھی اس کے عجائبات کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔ باتوں میں وقت ضائع نہ کرو—! میں صرف دھمکی کے لئے ریوالور استعمال نہیں کرتا۔"

"تم ہو کون؟"

"ہمف روجر!"

اس نے اسکیچ بک فرش پر پھینک دی!

"لڑکی—!" نووارد نے کرسٹین کو مخاطب کیا۔ "اسکیچ بک اٹھا کر میرے پاس لاؤ—!"

کرسٹین سہمے ہوئے انداز میں آگے بڑھی اور اسکیچ بک اٹھا کر اس کے قریب آئی۔ اس نے اس کے ہاتھ سے اسکیچ بک جھپٹتے ہوئے کہا۔ "خاموشی سے باہر چلی جاؤ۔ یہاں تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں!"

وہ ہکا بکا کھڑی اسے دیکھتی رہی!

"میرے مشورے پر عمل کرو۔ تمہاری موجودگی میں ان حضرات کی خاطر خواہ خدمت نہ کر سکوں گا۔"

کرسٹین دروازے کی طرف بڑھی۔

"تم بچ کر نہیں نکل سکتیں—!" ہمف روجر غرّایا۔

"اس کی باتوں میں نہ آؤ لڑکی۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے! تم اطمینان سے برآمدے میں میرا انتظار کر سکتی ہو!" اجنبی بولا۔

کرسٹین نکلی چلی آئی۔ جس راستے سے آئی تھی اسی راستے سے برآمدے میں جا پہنچی۔ برآمدہ اب بھی تاریک تھا۔ وہ سوچ رہی تھی یہ دوسری مصیبت نازل ہوئی۔ ایک کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ پڑی—

دفعتاً اسے اس گاڑی کا خیال آیا جس پر وہ یہاں تک پہنچی تھی! کیوں نہ وہ نکل بھاگے! لیکن ضروری نہیں کہ اس کی کنجی اگنیشن ہی میں رہنے دی ہو! پھر بھی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے! ہو سکتا ہے وہ کنجی نکالنا بھول گیا ہو! اکثر لوگ بھول جاتے ہیں—!

وہ روش طے کر کے پھاٹک سے گزرتی ہوئی کار تک آئی۔ ڈیش بورڈ پر ہاتھ پھرا کر دیکھا۔ کنجی اگنیشن میں موجود نہیں تھی!

پھر دفعتاً اسے یاد آیا کہ وہ اپنا بیگ وہیں بھول آئی ہے ورنہ نیل کٹر استعمال کرتی۔ اکثر اس نے نیل کٹر کے پچھلے حصے سے خود اپنی گاڑی اسٹارٹ کی ہے۔

وینٹی بیگ میں اس کے کاغذات بھی تھے۔ وہ سوچنے لگی اب کیا کرے پتہ نہیں واپس جانا اس کے حق میں اچھا ثابت ہو یا بُرا۔ لیکن کاغذات—! ان کے بغیر تو وہ اس اجنبی دیس میں ایک قدم بھی نہ اٹھا سکتی!

اور یہ ہمدرد—؟

وہ غیر ارادی طور پر پھر برآمدے کی طرف چل پڑی۔ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ راہداری پہلے ہی کی طرح سنسان پڑی تھی۔ وہ اس کمرے کے قریب پہنچ کر رک گئی—

یہاں تک آنے میں اس نے خاص احتیاط برتی تھی کہ اس کے قدموں کی آواز نہ پیدا ہو سکے—!

دروازے سے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر قفل کے سوراخ سے آنکھ لگا دی—!

اندر ہف رو جر ان چاروں میں سے ایک کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ رہا تھا۔ غالباً اس کے لئے اس نے اسی کے گلے سے ٹائی اتاری تھی۔ پھر اس نے اسے دوسرے کے گلے سے ٹائی کھولتے دیکھا۔ اسی طرح چاروں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے۔!

"اب تم ان کے قریب سے ہٹ جاؤ۔" خوفناک صورت والے آدمی کی آواز آئی۔!

کرسٹین نے ہف رو جر کے چہرے پر نفرت اور غضبناکی کے آثار دیکھے وہ ان کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔ اور اب ریوالور والا اجنبی ان لوگوں کے بندھے ہوئے ہاتھوں کا جائزہ لیتا ہوا نظر آیا۔ لیکن ریوالور کا رخ ہف رو جر کی طرف تھا۔!

دفعتاً اس نے دھکے دے کر ان چاروں کو فرش پر گرانا شروع کر دیا اسی دوران میں ہف رو جر کو موقع مل گیا کہ وہ اس پر ٹوٹ پڑتا۔ کرسٹین کے اندازے کے مطابق اس نے بڑی جچی تلی چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن اجنبی کہیں زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ وہ نہ صرف اس حملے سے بچا تھا بلکہ بچتے وقت اس کی ایک ٹانگ اس طرح چلی تھی کہ ہف رو جر سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔!

وہ پھر پلٹا۔ لیکن شاید اس کی آنکھوں تلے اندھیرا آگیا تھا۔ قدم لڑکھڑائے اور وہ بھی ڈھیر ہو گیا۔ سنبھلنے کی کوشش میں اس کا سر ہی تو دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔!

وہ پھر نہ اٹھ سکا۔ اجنبی ایسے انداز میں ان سبھوں کو دیکھ رہا تھا جیسے کوئی کسان اپنے بھرے پُرے کھلیان کو دیکھتا ہے۔!

کرسٹین نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ اور وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔!

"مم .... میرا وینٹی بیگ۔!" وہ ہکلائی۔

"لپ اسٹک سدھار دی گیا۔؟" اجنبی نے خوش ہو کر پوچھا۔

"تم لوگ پتہ نہیں کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔!"

"میں تو کچھ بھی نہیں چاہتا۔ اٹھاؤ اپنا بیگ اور باہر چلو۔!"

وہ بیگ اٹھانے کے لئے جھکی اور اجنبی ان چاروں کو مخاطب کر کے بولا۔

"موت ہی گلا دبوچے گی اگر تم لوگوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی۔!"

"تم کوئی بھی ہو بچ نہ سکو گے۔!" ان چاروں میں سے ایک غرایا۔

"پچھلے سال ایک نجومی بھی یہی کہہ رہا تھا۔!" اجنبی لاپرواہی سے بولا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

اب اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد وہ ہف رو جر کی طرف بڑھا اور اس کے گلے سے ٹائی کھولنے لگا۔ اور پھر اسی ٹائی سے اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے۔!

ہف رو جر کی بے ہوشی بدستور قائم تھی۔!

"اب چلنا ہی چاہیئے۔ ان شریف آدمیوں کے آرام کا وقت ہے۔ کیوں؟ تم لوگوں نے رات کا کھانا کھا لیا تھا یا نہیں۔" اس نے ان چاروں کو مخاطب کر کے کہا اور کرسٹین کا بازو پکڑ کر نکلا چلا آیا۔

"ہم واپسی کا سفر موٹر سائیکل پر کریں گے۔!" اس نے کرسٹین سے کہا۔

"اب تم کہاں لے جاؤ گے مجھے۔!"

"جہاں تم کہو گی۔!"

"گرانڈ ہوٹل۔۔!"

موٹر سائیکل چل پڑی۔ کرسٹین کیریئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔!

یہ سفر تین چار منٹ سے زیادہ جاری نہیں رہا تھا۔!

کرسٹین نے محسوس کیا کہ وہ ایک ویرانے میں ہے چاروں طرف اونچے اونچے درخت نظر آ رہے تھے۔ اور وہاں گہرا۔ اندھیرا تھا۔

"تم کوئی بھی ہو۔" کرسٹین خوفزدہ آواز میں بولی "لیکن کسی بات پر مجھے مجبور نہیں کر سکو گے۔!"

"میں بے چارا کس شمار و قطار میں ہوں تمہیں تو پانچ آدمی بھی مجبور نہیں کر سکتے۔!"

"ویسے پتہ نہیں کیوں، تمہارا وجود مجھے تحفظ کا احساس دلاتا ہے ایسا لگتا ہے جیسے۔۔۔ جیسے۔۔۔۔!"

وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔!

"تو چلو میرے ساتھ یہاں کب تک کھڑی رہو گی؟"

"چلو۔!"

"میرا ہاتھ پکڑ لو اور چلتی رہو۔ راستہ دشوار گزار ہے۔!"

اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور سامنے اس کی محدود روشنی ڈالتا ہوا راستہ طے کرنے لگا۔!

زمین اونچی نیچی تھی۔ وہ ایک پگڈنڈی پر چل رہے تھے جس کی دونوں جانب چھوٹی چھوٹی خاردار جھاڑیاں تھیں۔!

راستہ جلد ہی طے ہو گیا اور وہ ایک چھوٹے سے تاریک مکان میں داخل ہوئے۔!

کچھ دیر بعد وہ کیروسین لیمپ کی روشنی میں ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوئے تھے۔

"لاؤ اب میری اسکیچ بک بھی واپس کر دو۔۔۔!" کرسٹین بولی۔

"فی الحال یہ مناسب نہیں کہ اسکیچ بک تمہارے قبضے میں رہے کیا تم نے اسی کے سلسلے میں ایک لاش اپنے کمرے میں نہیں دیکھی۔!"

"اوہ۔!" وہ دم بخود رہ گئی۔۔۔ کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھی رہی پھر بولی "تم کون ہو۔ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"وہ میں پھر بتاؤں گا۔۔۔ تم ہف روزجر کے کیسے ہاتھ لگیں!"

"میں اسے پہلے سے نہیں جانتی تھی اس نے فون پر گفتگو کر کے مجھے ٹپ ٹاپ کلب میں بلایا تھا۔"

"اور تم چلی گئیں؟"

"ہاں حماقت تھی۔ لیکن اس کا نفسیاتی جواز موجود ہے میرے پاس اس نے گفتگو کے لئے میری ہی زبان استعمال کی تھی! تم خود سوچو۔ ایسے حالات میں اپنے کسی ہم وطن سے مل بیٹھنا میرے لئے کتنی بڑی ڈھارس ہو سکتی ہے بہر حال جب میں وہاں پہنچی تو میرا استقبال کرنے والا میرا ہم وطن نہ ثابت ہو سکا۔ اس نے انگریزی میں گفتگو کی۔ پھر اس نے اسکیچ بک کا ذکر کیا اور اسی آدمی کے حوالے سے مجھے اس عمارت میں لے گیا۔ جس نے مجھ سے میری زبان میں فون پر گفتگو کی تھی۔!"

"یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا جب تم اسکیچ بک کے لئے اپنی زندگی بھی گنوا دینے کی ہمت رکھتی ہو۔!"

"میں اس کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں!"

„شوق کی چیز ہو گی۔“

„کیا تم نہیں جانتے کہ میں ایک آرٹسٹ ہوں!“

„مجھے معلوم ہے۔ اور اسکیچ بک کے بارے میں بھی تمہاری ہی زبان سے اسی عمارت میں کچھ سنا تھا۔“

„دنیا کے بہت بڑے بڑے آرٹسٹوں کے اسکیچ اس میں موجود ہیں!“

„ہوں گے۔“ وہ گردن جھٹک کر لاپرواہی سے بولا۔ „مجھے تو اس کی فکر تھی کہ تم البم لینے گئی تھیں اور واپسی پر بے ہوش ہو گئی تھیں۔“

„تم کون ہو۔“ وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی!

„گھاؤپنچ ببرا۔“

„کیا مطلب؟“

„کیا میں صورت ہی سے گھاؤپنچ ببرا نہیں لگ رہا۔ یہ پھولی ہوئی ناک اور یہ مونچھیں۔“ اس نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر جو ہاتھ ہٹایا تو نہ وہ ناک تھی اور نہ وہ مونچھیں۔!

„تت۔ تم۔ وہ۔ عمران۔“

„مگر تم نے مجھ سے مذاق کیوں کیا تھا۔ تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ اس عقل کے اندھے کو کس طرح دوسری منزل سے نیچے اتارا تھا اور پھر ساری رات اس فکر میں گزاری تھی کہ اگر صبح سنہری تتلی دستیاب نہ ہو سکی تو کیا ہو گا۔ کیا میں ساری زندگی اس اندھے کی لاٹھی بنا رہوں گا۔“

وہ خاموش کھڑی رہی۔

„بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

„تو تم نے لاش نہیں دیکھی تھی۔“

„لاش دیکھ کر ہی تو بھاگ نکلا تھا۔“

„وہ سب کیا تھا؟ مجھے بتاؤ۔“ وہ سامنے کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی

„میں کیا بتا سکتا ہوں!“

„پولیس کو اطلاع دیئے بغیر میں اس شہر سے باہر نہیں جا سکتی! حالانکہ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ میری عدم موجودگی میں میرے کمرے میں کیا ہو رہا ہے۔“

„بہر حال اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ جس سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری کی لاش تمہارے کمرے میں ملی تھی اسی سفارت خانے کا ایک آفیسر ہیف روجر بھی ہے!“

„نہیں۔“

„ہاں! اور وہ تم سے اس اسکیچ بک کے بارے میں پوچھ رہا تھا!“

„میں بڑی اذیت میں مبتلا ہوں عمران!“

„ہاں واقعی میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں! پولیس ضرور پریشان کرے گی وہ کبھی باور نہیں کرے گی کہ ایک اسکیچ بک کے لئے یہ سارا ہنگامہ ہوا ہے۔“

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران خاموش ہو گیا تھا۔ نہ صرف خاموش ہو گیا تھا بلکہ چہرے پر چھائی ہوئی حماقت کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

„دیکھو۔“ دفعتاً وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ „پتہ نہیں کیوں اس خوفناک میک اپ میں بھی میں تم سے خوفزدہ نہیں تھی! اور اس وقت بھی خوفزدہ نہیں ہوں۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں تم پر اعتماد کر سکتی ہوں۔“

„عورتوں کے علاوہ اور آج تک کسی نے بھی مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔ کیا

میرے چہرے پر کسی قسم کا عورت پن پایا ہے۔"

"یہ میں نہیں جانتی لیکن تمہارے ساتھ رہ کر نہ جانے کیوں خود کو محفوظ سمجھ رہی ہوں۔"

"چیونگم۔" عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اسے پیش کرتا ہوا بولا۔

اس نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ چیونگم کا پیکٹ اس کی ہتھیلی سے اٹھا لیا۔

"تم یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں مصیبت میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا۔ "اگر یہ بات ہوتی تو میں اس وقت اچانک وہاں کیسے آپہنچتا۔"

"پھر تم نے کیا کیا تھا؟" کریسلن نے بالکل ایسے ہی لہجے میں پوچھا جیسے کسی ننھے سے بچے کو پھسلا کر اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو۔!

"جب ہم دونوں دوسری منزل سے اتر کر بھاگے تو کچھ دور جا کر محسوس ہوا کہ کوئی گاڑی ہمارا تعاقب کر رہی ہے میں بڑی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ وہ مردود تو اندھا بنا بیٹھا تھا۔"

"کیا سچ مچ اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں!"

"نہیں۔ وہ میرے لئے دردِ سر ہے۔ بہر حال میں نے اس گاڑی کو نہ صرف ڈاج دینا شروع کیا بلکہ ایک بار اس سے پیچھا چھڑانے میں بھی کامیاب ہو گیا اور اسی بھاگ دوڑ میں اس کے نمبر بھی نوٹ کر لئے۔ پھر اس کے بعد پتہ لگا لینا کیا مشکل تھا کہ گاڑی کس کی ہو سکتی ہے۔ میرا ایک دوست ٹریفک سارجنٹ ہے اس نے رجسٹریشن آفس سے پتہ لگوا دیا تھا۔"

"لیکن ٹھہرو۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "ان لوگوں نے تم دونوں کے بارے میں ایسے انداز میں پوچھا تھا جیسے تم سے اچھی طرح واقف ہوں۔ بلکہ وہ تو کہہ رہے تھے کہ میں دیدہ و دانستہ تم لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔"

"ہو سکتا ہے جانتے ہوں۔ وہ مردود کالا پہاڑ مجھے سارے شہر میں تماشہ بنائے پھرتا ہے۔ اب دیکھو رات ہی اس نے کیسا جلوس نکالا تھا میرا۔"

"وہ آخر ہے کون؟"

"میرا ملازم۔ بس گلے پڑ گیا ہے۔ یہ سمجھ لو کہ ہاتھی پالا ہے میں نے۔ چھ بوتلیں روزانہ مہیا کرنی پڑتی ہیں اس کے لئے۔"

"تم کیا کرتے ہو؟"

"آج تک سمجھ ہی میں نہیں آسکا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے!"

"تو تم یہاں کے کوئی بے فکرے رئیس ہو۔ جاگیردار ہو یا نواب زادے۔ میں نے یہاں کے نوابوں اور جاگیرداروں کی دولتمندی کے بہت قصے پڑھے ہیں!"

"چلو یہی سمجھ لو!"

"لیکن میں نے پولیس کو بیان دیتے وقت تم لوگوں کا تذکرہ بھی کیا تھا۔!"

"اس کی مجھے کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ پتہ نہیں مجھ جیسے کتنے نوابزادے یہاں مارے مارے پھرتے ہیں۔ پولیس کس کس کے پیچھے جائے گی۔"

"تمہارا اثر ہوگا پولیس پر۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ پولیس آفیسر تمہارے نام پر چونکا تھا اور اپنے ساتھیوں کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔"

پھر اس نے خود ہی تمہارا حلیہ دہرانا شروع کیا تھا اور میں ہاں ہاں کرتی رہی تھی نہ صرف تمہارا بلکہ اس نیگرو کا حلیہ بھی۔"

"پولیس والوں سے میرے بڑے احمقانہ تعلقات ہیں۔"

"لیکن تم تو احمق نہیں معلوم ہوتے۔"

"شکریہ! کسی سے اپنے بارے میں یہ رائے سن کر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اسی وقت دوبارہ پیدا ہوا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"بچپن سے اپنے بارے میں یہی سنتا چلا آرہا ہوں کہ پرلے درجے کا احمق ہوں۔"

"کوئی احمق اس طرح کسی کی جان نہیں بچا سکتا جیسے تم نے اس وقت میری بچائی ہے۔"

"خیر چھوڑو۔" عمران شرما کر بولا۔ "شرم آتی ہے اپنی تعریفیں سن کر۔"

"اب میرا کیا ہوگا۔"

"گرانڈ ہوٹل کی طرف رُخ بھی نہ کرنا۔"

"پھر پولیس میری تلاش میں نکل کھڑی ہوگی!"

"پرواہ مت کرو۔ کیا تم رات کا کھانا کھا چکی ہو۔"

"نہیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"ہمیں دونوں مل کر کھانا تیار کریں گے۔ یہ جگہ میری آرامگاہوں میں سے ایک ہے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے۔ لل۔ لیکن۔"

"لیکن کیا۔"

"میری اسکیچ بک مجھے واپس کردو۔ اس کے بغیر میں اپنا مشن پورا نہ کر سکوں گی۔"

"اسکیچ بک کہیں بھاگی نہیں جاتی۔ مجھے اس سے صرف اسی حد تک دلچسپی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک قتل ہوا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی وجہ سے قتل کیوں ہو سکتا ہے!"

"جب تک کہ مجھے اس کی اہمیت اور تمہارے مشن کا علم نہ ہو میں کس طرح سمجھا سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہیں بتا دوں گی۔ لیکن پہلے کچھ کھانا چاہیئے۔ بھوک سے طبیعت نڈھال ہو رہی ہے۔"

◆

ہف رودجر کو ہوش آیا تو اس نے اپنے ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے پائے اور ان چاروں کو اپنے ہاتھ کھول لینے کی جدوجہد میں مصروف دیکھا۔

"تم سب گدھے ہو۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"واقعی گدھے ہیں۔ ہم پانچوں۔"

"شٹ اپ۔" ہف رودجر دہاڑا۔

"اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیئے!" پتہ نہیں یہ کون تھا۔

"دروازہ مقفل کیوں نہیں کیا گیا تھا۔ ہف رودجر غرآیا

"تم نے ہی کیوں نہیں خیال رکھا۔"

"میں کہتا ہوں خاموش رہو۔"

"لیکن وہ ہمیں اس طرح باندھ کر کیوں ڈال گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔" ہف روجر بیزاری سے بولا۔

"وہ اسکیچ بک بھی لے گیا۔"

"میرا دماغ نہ کھاؤ۔" ہف روجر کی آواز پست ہو گئی تھی!

"کیا ہم اس کی واپسی کے انتظار میں پڑے رہیں گے؟"

"اسے واپس آنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن ہم کسی تیسری پارٹی کے وجود سے لاعلم رہے ہیں۔"

"آخر اس اسکیچ بک میں کیا ہے روجر؟"

"میں نہیں جانتا۔ وہ بلڈاگ کا بچہ خود نہیں آنا چاہتا تھا لڑکی کے سامنے اس لئے اسکیچ بک تم لوگوں کے حوالے کر دی تھی۔"

"اور تم نے وہ اسکیچ بک اس کے حوالے کر دی؟" ان میں سے ایک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بیٹلے۔ اس سے کہو کہ خاموش رہے۔"

"سنو تو روجر۔ جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ اسکیچ بک ہم سے کسی جیب کترے نے ہتھیا لی تو۔؟"

"خاموش رہو۔ خاموش رہو۔ ہمیں جلد ہی کچھ کرنا چاہئے۔"

وہ پھر اُٹھ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگے۔

اتنے میں راہداری سے بھاری بھاری قدموں کی آواز آئی اور وہ ایکدم ساکت ہو گئے!

پھر اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ اور اندر آ گیا۔

یہ ایک چوڑے شانوں والا کوتاہ گردن آدمی تھا۔ ٹھوڑی بھاری تھی۔ اور ہونٹ اتنے پتلے تھے کہ نوکیلی ناک کے نیچے صرف ایک لکیر سی معلوم ہوتی تھی آنکھیں بھوری تھیں اور غیر معمولی طور پر گھنی بھوؤں کے نیچے بڑی ہیبت ناک لگ رہی تھیں۔ جسم کی بناوٹ بے پناہ قوت کی غمازی کر رہی تھی۔ دروازے کے قریب ہی رک کر اس نے سرد لہجے میں کہا "یہ کیا مسخرہ پن ہے"!

کوئی کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انھیں سانپ سونگھ گیا ہو!

"بتاؤ۔!" وہ پیر پٹخ کر دہاڑا۔

جب اس پر بھی ان میں حرکت نہ ہوئی تو آگے بڑھا اور ایک ایک کی گردن پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیا۔

"بتاؤ۔ یہ کیا ہو رہا ہے!" وہ پھر گرجا۔

"ہم نہیں جانتے وہ کون تھا؟" ہف روجر مردہ سی آواز میں بولا۔

"کون؟"

"میں کرسٹین کو یہاں لایا تھا اور اسکیچ بک دکھا کر اس سے سوالات کر رہا تھا کہ اچانک وہ آ گیا۔"

"وہ کون ہے؟ سؤر کے بچے!"

"میں نہیں جانتا۔ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"کیسا تھا۔؟"

"کچھ عجیب سی شکل تھی۔ پھولی ہوئی بدنما ناک کے نیچے اتنی گھنی مونچھیں تھیں کہ دہانہ چھپ گیا تھا۔"

"کوئی مقامی آدمی۔!"

"ہاں مقامی ہی معلوم ہوتا تھا"

"یقیناً وہ تمہارے ہی پیچھے لگ کر یہاں تک پہنچا ہو گا"

"پتہ نہیں"

"پتہ نہیں" آنے والے نے دانت پیس کر دہراتے ہوئے اس زور کا تھپڑ ہیف روجر کے منہ پر رسید کیا کہ وہ پھر فرش پر لوٹ گیا۔

اس کی ناک سے خون کی دھار بہہ نکلی تھی۔

اب وہ ان چاروں کی طرف متوجہ ہوا۔ چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا "کیا وہ تنہا تھا"

"تنہا تھا" ان میں سے ایک نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔

"تنہا آدمی تم پانچوں کو اس طرح بے بس کر گیا۔ کیوں؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔

"اسکیچ بک کہاں ہے؟" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

"وہ اسکیچ بک لے گیا" ہیف روجر بھی اسی کے سے انداز میں چیخ کر بولا۔

"اور کرسٹین کو بھی لے گیا"

"کتے۔" اس نے بڑھ کر اس کے سر پر ایک زوردار ٹھوکر رسید کی پھر ہیف روجر کسی مرتے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔

کوتاہ گردن آدمی کسی غضبناک بھیڑیے کی طرح ہانپتا رہا پھر چپ چاپ کمرے سے باہر چلا گیا۔

وہ چاروں اب ہیف روجر کی طرف دیکھ رہے تھے جو غالباً دوبارہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

اس کے بعد وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے تھے!

دروازہ پھر کھلا اور وہی آدمی اندر آیا۔ اس بار وہ خالی ہاتھ نہیں تھا۔ بلکہ چوڑے پھل والی ایک بڑی سی کلہاڑی سنبھال رکھی تھی!

اسے اس ہیئت کذائی میں دیکھ کر وہ چاروں ہذیانی انداز میں چیخنے لگے!

"تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا"

"نہیں۔ نہیں۔" وہ بیک وقت گھگھیائے۔

لیکن وہ ایک کے شانے پر کلہاڑی سے وار کر چکا تھا۔ اس کی گردن کٹ کر بائیں شانے پر جھول گئی۔ بڑی خوفناک خرخراہٹ کے ساتھ کٹی ہوئی گردن سے خون کا فوارہ چھوٹا تھا۔

پھر وہ سب بے بسی سے چیختے اور یکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے۔

آخر میں اس نے بے ہوش ہیف روجر کی گردن پر بھی وار کیا اور وہ بھی چپ چپاتے ختم ہو گیا۔

◆

میز پر اُبلے ہوئے مٹر کے دانوں اور انڈوں کے خاگینے کے ساتھ ہی باسی روٹی کے بھورے ٹوسٹ بھی موجود تھے۔!

"ایسے ہی کھانے سے بدن میں جان آتی ہے!" عمران کرسٹین سے کہہ رہا تھا۔

"بھوک میں ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ تمہارے اور کیا مشاغل ہیں؟" کرسٹین

نے پوچھا۔

"مشاغل؟ ہاں ہاں۔ مشاغل شریف آدمیوں کے ہوتے ہوں گے۔ ہم جیسوں کو مشاغل کی فرصت کہاں"

"آخر کچھ نہ کچھ تو کرتے ہو گے"

"اسے چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ ان پانچوں میں سے کوئی بھی تمہیں سوئیڈش معلوم ہوا تھا یا نہیں"۔

"میرا خیال ہے کہ ان میں سے ایک بھی میرا ہم وطن نہیں تھا"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ جس نے تم سے فون پر گفتگو کی تھی ان لوگوں کے درمیان موجود نہیں تھا"

وہ کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے ابلے ہوئے مٹر حلق سے اتارتی رہی۔

"اچھی بات ہے۔ اسے بھی چھوڑو" عمران کچھ دیر بعد بولا۔

"یہ بتاؤ۔ کبھی تمہارے ملک میں بھی کسی نے اس اسکیچ بک کے لئے بے چینی ظاہر کی تھی!"

"کبھی نہیں! وہاں میں بڑے سکون سے زندگی بسر کرتی رہی ہوں!"

وہ پھر کچھ دیر خاموشی سے کھاتے رہے!

عمران کوشش کر رہا تھا کہ وہ خود ہی آہستہ آہستہ اسکیچ بک کی اصل کہانی اگل دے!

دفعتاً وہ چونک پڑا اور اس طرح انکنے لگا جیسے کسی قسم کی آواز سنی ہو

"کیا بات ہے؟" کرسٹین نے پوچھا۔ لیکن اسے جواب دینے کی بجائے عمران نے فوراً کروسین لیمپ بجھا دیا۔

"لگ۔ کیا"

"خاموش بیٹھی رہو" عمران آہستہ سے بولا۔

اور پھر وہ آواز واضح ہو گئی! اور یہ کسی بلڈ ہاؤنڈ کی آواز ہو سکتی تھی!

"شاید کوئی کتا ہماری تلاش میں سرگرداں ہے!" عمران بولا۔

"کیا مطلب؟"

"اوہ۔ تو وہ ہماری راہ پر لگ گیا ہے۔ آواز آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی ہے"

"پھر کیا ہو گا"

"جہاں ہو۔ وہیں بیٹھی رہو۔ میں دیکھ لوں گا"

ذرا ہی دیر میں وہ مکان کی چھت پر جا پہنچا۔ کتا اب مکان کے قریب ہی کھڑا بھونک رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک انسانی ہیولا بھی نظر آیا! اس نے مکان پر ٹارچ کی روشنی ڈالی تھی! عمران نے بڑی پھرتی سے خود کو روشنی کی پہنچ سے بچایا۔

اس کے بعد ہی دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی تھی! عمران دوبارہ نیچے پہنچا۔ کرسٹین بُری طرح سہمی ہوئی تھی!

دفعتاً باہر سے گرجدار آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھولو ورنہ توڑ دیا جائے گا"

"تم بس اسی طرح خاموش بیٹھی رہنا" وہ آہستہ سے بولا۔ اور پھر کمرے سے نکل کر پچھلے دروازے پر پہنچا۔ بہ آہستگی دروازہ کھول کر مکان کی پشت پر نکل آیا۔ اور اب وہ زمین پر پیٹ کے بل لیٹ کر آہستہ آہستہ رینگتا ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

کتے کی دھندلی پرچھائیں تو اسے نظر آئی لیکن دروازہ پیٹنے والا نہ دکھائی

دیا پھر عقلمندی کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گتے پر فائر کر دیتا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر پل بھر کے لئے بھی چوکا ہوتا تو گتے نے اس پر چھلانگ لگا دی ہوتی۔

وہ گولی کھا کر اچھلا ہی تھا کہ عمران نے دوسرا فائر بھی کر دیا۔ اس کی آخری چیخیں بڑی بھیانک تھیں۔

عمران نے دوسرے ہی لمحے میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں لیکن بھاگنے والے کو نہ دیکھ سکا۔

پھر ذرا ہی سی دیر میں پہلے کا سا سناٹا طاری ہو گیا۔

اب وہ دوبارہ رینگتا ہوا مکان کے عقبی حصے کی طرف واپس جا رہا تھا۔

کرسٹین سہمی ہوئی حالت میں ملی۔

"وہ سب کیا تھا" اس نے گھٹی گھٹی سی آواز میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں"

"تو پھر اب کیا ہو گا"

"میں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لے چکا ہوں"

"میرے خدا میں کیا کروں۔ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ان حالات سے گزرنا پڑے گا"

"پرواہ مت کرو۔ میں ابھی آیا"

ایک بار پھر وہ پہلے ہی کی طرح عقبی راستے سے اسی طرح جا رہا تھا۔ گتے کی لاش کے قریب پہنچ کر وہ اس کی گردن ٹٹولنے لگا اور ایک آسودہ سی طویل سانس لی۔

اب وہ اس کے گلے سے پٹہ کھول رہا تھا۔

پھر بیس منٹ کے اندر ہی اندر وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔

موٹر سائیکل جہاں چھوڑی گئی تھی وہیں ملی۔

سفر دوبارہ شروع ہو چکا تھا۔ کرسٹین خاموش تھی۔ سوچتے سوچتے اس کا ذہن تھک گیا تھا۔ وہ ایسا محسوس کر رہی تھی۔ جیسے اس کا جسم ہلکا ہو کر فضا میں اڑا جا رہا ہو۔

سڑک سنسان تھی اور موٹر سائیکل تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہی تھی —!

صفدر حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان پانچوں لاشوں کو گھورے جا رہا تھا۔ ان میں اسے ہیف روجر بھی نظر آیا۔ کیا یہ خود عمران کی حرکت ہے؟ اس کے ذہن میں ابھرا۔ نہیں۔! وہ ایسا نہیں کر سکتا! ذہن ہی نے جواب دیا۔ قتل ہونے والوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ یہ عمران کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں۔

عمران ہی نے صفدر کو فون پر ہدایت دی تھی کہ وہ اس عمارت کی نگرانی کرے۔ اگر محسوس کرے کہ عمارت خالی ہے تو کسی طرح اندر جا کر اس کی تصدیق کرے۔

تو اس طرح وہ عمارت کے اندر پہنچا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ عمارت سے باہر آ گیا۔ عمران نے دوبارہ رابطہ قائم

کرنے کے لئے اس کو فون نمبر دیئے تھے۔

شہر واپس آکر اس نے اسی نمبر پر عمران سے رابطہ قائم کیا۔ اور اسے رپورٹ دی۔

"کیا خیال ہے تمہارا؟" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

"کیا یہ آپ کا کارنامہ ہے؟"

"ہوش کی دوا کرو۔!"

"مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے عام حالات میں"

"خیر۔ اب دوسرا کام ہے۔ صبح دس بجے تک ہو جانا چاہیئے"

"فرمایئے"

"میونسپل کارپوریشن کے پالتو جانوروں کے شعبے سے معلوم کرو کہ ایک ہزار دو سو تیرہ (۱۲۱۳)، نمبر کا لائسنس کس کتے کو دیا گیا تھا"

"ذرا ٹھہریئے۔ میں نوٹ کر لوں"

صبح ہونے والی تھی۔ صفدر نے سوچا اب آرام کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر دس منٹ کے لئے بھی لیٹا تو دس گھنٹے سے پہلے آنکھ نہ کھلے گی۔!

میونسپل کارپوریشن والے کام میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ پانچ روپے اس شعبے کے چپراسی کو دیئے تھے۔ اور وہ "پیتل پاس" کے نمبروں کے ذریعہ کتے کے مالک کا پتہ نکال لایا تھا۔

اور پھر جب صفدر اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا ایک آدمی اس کے قریب آکر لفٹ کا خواہاں ہوا۔

ضعیف آدمی تھا اس کی سانس پھول رہی تھی۔

"مم۔۔۔ مجھے۔۔۔ پریٹو روڈ تک جانا ہے۔ کیا آپ اس طرف سے تو نہیں گذریں گے"

"بیٹھ جایئے! میں آپ کو پہنچا دوں گا"

"بہت بہت شکریہ! خدا عمر دراز عطا کرے۔" وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتا ہوا بولا۔

صفدر نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

پریٹو روڈ سے گذرتے وقت اس نے پوچھا تھا کہ گاڑی کہاں روکی جائے لیکن جواب نہیں ملا تھا۔

"کیا سو گئے جناب" اس نے پھر اونچی آواز میں اسے مخاطب کیا اور جواب نہ ملنے پر گاڑی فٹ پاتھ سے لگا کر کھڑی کر دی!

مڑ کر دیکھا تو وہ ہاتھ پیر ڈھیلے کئے سیٹ کی پشت گاہ سے لگا ہوا تھا۔ منہ پھیلا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔

سانس پہلے ہی کی طرح پھول رہی تھی۔ صفدر نے اس کا گھٹنا پکڑ کر ہلایا۔ لیکن اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

"کیا مصیبت ہے" وہ بڑبڑایا۔ اور گاڑی سے اتر آیا۔ اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بہت قریب سے اسے آوازیں دینے لگا لیکن بے سود۔

"کیا بات ہے جناب؟" ایک راہ گیر چلتے چلتے رک گیا۔

ان صاحب نے پریٹو روڈ کے لئے مجھ سے لفٹ لی تھی۔ پتہ نہیں سو رہے ہیں۔ یا بے ہوش ہو گئے ہیں" صفدر مڑ کر بولا۔

راہ گیر اور قریب آ گیا تھا۔

"اوہ۔ یہ تو قاضی صاحب ہیں" اس نے کہا۔

"آپ جانتے ہیں"

"جی ہاں۔ وہ اگلی کے آگے والی گلی میں رہتے ہیں۔"

"براہ کرم۔ انہیں وہاں پہنچانے میں میری مدد کیجئے۔" صفدر نے اس کے لئے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

کار دوبارہ چل پڑی۔

"ان پر کبھی کبھی بے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔" راہ گیر بولا۔

"تب تو ہمیں کسی ہسپتال کا رخ کرنا چاہیئے۔!"

"ان کے گھر کے کسی آدمی کو بھی لے لیں۔" راہگیر بولا۔

"جی ہاں۔ ٹھیک ہے۔"

گاڑی اس کی بتائی ہوئی گلی میں مڑی اور کچھ دور چل کر رک گئی! راہ گیر اتر کر ایک عمارت میں داخل ہوا اور کچھ دیر بعد پھر پلٹ آیا۔

"گھر میں ان کی بیگم صاحبہ تنہا ہیں۔ بیٹوں میں سے کوئی بھی نہیں ان کا اصرار ہے کہ قاضی صاحب کو اندر پہنچا دو۔ وہ گھر ہی پر ڈاکٹر کو بلا لیں گی۔ اب آپ انہیں اندر پہنچانے میں میری مدد کیجئے۔"

صفدر نے برا سا منہ بنایا۔ اور پھر وہ دونوں بے ہوش بوڑھے کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ایک فلیٹ میں داخل ہوئے کمرے میں سامنے ہی بستر نظر آیا۔ اور اسے لٹا کر جیسے ہی صفدر سیدھا کھڑا ہوا اس کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے۔

بہت ہی وزنی چیز سے اس کے سر پر ضرب لگائی گئی تھی۔ فوری طور پر وہ اپنے گردوپیش سے بے خبر ہو گیا۔

عمران بحیثیت ایکسٹو فون پر کیپٹن خاور کی کال ریسیو کر رہا تھا۔

"وہ بوڑھا جو میونسپل کارپوریشن سے اس کی گاڑی میں سوار ہوا تھا! پریٹیو روڈ پر پہنچ کر پچھلی سیٹ پر بے ہوش پایا گیا۔ ایک راہ گیر نے اس کی شناخت کی اور صفدر کو اس کے گھر تک لے گیا۔ پھر ان دونوں نے بوڑھے کو گاڑی سے نکالا اور ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ایک عمارت میں داخل ہوئے پچیس منٹ ہو چکے ہیں۔ لیکن صفدر ابھی تک اس عمارت سے باہر نہیں آیا۔ نعمانی کو اپنی جگہ چھوڑ کر ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ تک آیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" عمران بولا۔ "وہیں ٹھہرو۔ عمران تمہاری جگہ لے گا۔ عمارت کا پتہ بتاؤ۔"

پھر دوسری طرف سے خاور اسے عمارت کا محل وقوع بتاتا رہا اور کاغذ پر نوٹ کرتا گیا۔

"اچھی بات ہے۔" ایکسٹو غرایا۔ "تم گدھوں کے پیچھے اگر کوئی دوسرا گدھا بھی نہ لگا ہو تو تم سب بیک وقت غرق ہو جاؤ۔ میں جانتا تھا کہ یہ ضرور ہو گا۔ اوور۔" اس نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔

پچھلی رات سے اب تک نہیں سویا تھا۔ کرسٹین کو ایک محفوظ جگہ پہنچانے کے بعد اپنے فلیٹ میں واپس آ گیا تھا۔ اسکیچ بک اسی کے پاس تھی کرسٹین نے اس کا مطالعہ نہیں کیا تھا اور نہ عمران ہی نے اس سے اس کی کہانی پوچھی تھی۔

وہ ابھی فون کے قریب سے ہٹا بھی نہیں تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔

اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے جولیانا فٹز واٹر کی آواز آئی۔

"یس" وہ ایکسٹو کے لہجے میں غرایا۔

"اس عمارت پر ٹو لیٹ کا بورڈ لگا ہوا ہے جناب! میں نے مالی سے اس کے لئے بات کی تھی۔ اس نے مجھے پوری عمارت دکھائی۔ کہیں کوئی لاش نہیں ملی"

"تمہیں یقین ہے کہ تم ٹھیک جگہ پہنچی تھیں"

"بالکل یقین ہے جناب"

"اچھا"

اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر نشست کے کمرے میں قدم رکھا ہی تھا کہ یہاں والے فون کی گھنٹی بجی۔

اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی۔

"کرسٹین کہاں ہے؟"

"کون کرسٹین؟" عمران نے پوچھا۔

"وہی آرٹسٹ لڑکی"

"اوہ۔ وہ۔ گھاؤنج ببرا کی خالق"

"گھاؤنج ببرا بکواس ہے۔ انسائیکلو پیڈیا میں اس نام کا کوئی پرندہ نہیں مل سکا" فیاض غصیلے لہجے میں بولا۔

"اچھی بات ہے تو اب تم اردو کی کسی لغات میں بوں ڈر تلاش کرو۔!"

"کیا بکواس ہے؟"

"بوں ڈر پوربی زبان میں بگولے یا گرد باد کو کہتے ہیں۔ یقین کرو کہ بوں ڈر اور بگولہ کہنے والے پڑوسی بھی ہو سکتے ہیں ایسے پڑوسی کہ دونوں کے درمیان

صرف ایک دیوار حائل ہو"

"جہنم میں جائے" فیاض غرایا "کرسٹین کو کہاں چھپایا ہے"

"دل میں"

"عمران"

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں!" عمران خشک لہجے میں بولا اور سلسلہ منقطع کر کے جلدی جلدی لباس تبدیل کرنے لگا۔

دس منٹ کے اندر ہی اندر اس کی گاڑی برٹیو روڈ کی طرف جا رہی تھی گلی کے موڑ سے پہلے اس نے گاڑی روک دی۔ اور اتر کر اس کا بونٹ اٹھایا تھا۔ انجن پر کچھ دیر جھکے رہنے کے بعد پھر اسٹیرنگ پر آ بیٹھا لیکن گاڑی اسٹارٹ نہ ہوئی۔ اس نے مایوسی سے چاروں طرف دیکھا اور آنے جانے والوں سے گاڑی کو دھکا لگانے کی درخواست کرنے لگا۔

گاڑی کو دھکا دینے والوں میں سارجنٹ نعمانی بھی شامل تھا۔

عمران نے اسے گلی میں موڑ دیا۔ کچھ دور پر صفدر کی گاڑی کھڑی دیکھ کر اطمینان کی سانس لیتا ہوا بلند آواز میں بولا "بس"

گاڑی سے اترتے ہوئے اس نے دھکا لگانے والوں کا بڑی لجاجت سے شکریہ ادا کیا۔

اور پھر بونٹ اٹھا کر دوبارہ انجن پر جھکا ہی تھا کہ نعمانی قریب آ کر آہستہ سے بولا "وہ اب بھی اندر ہی ہے!"

"ڈسٹری بیوٹر کے گتے تڑ مڑ گئے ہیں" عمران سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"تو پھر میں اس سلسلے میں کیا خدمت کر سکوں گا" نعمانی مسکرا کر بولا۔

"کچھ نہیں۔ ڈسٹری بیوٹر میں بھی ایک گتا اور ایک گتیا ہونی چاہیئے"

"موڈ بہت خراب معلوم ہوتا ہے۔"

"گھاؤ پنچ ببرا۔"

"کیا؟ یہ کیا بلا ہے!"

"کچھ نہیں۔ مقدر کی خرابی کو کہتے ہیں۔ بعض اوقات کنوارے آدمی کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ جہاں جیسا موقع ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔"

"کہاں کی ہانک رہے ہیں جناب۔"

عمران نے شعر پڑھا ؎

عالم و فاضل کیوں کہلائے وہ جاہل بے پیر
ان آنکھوں میں پڑھ نہ سکے جو کاجل کی تحریر

"اللہ رحم کرے۔" نعمانی نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"دوسرا شعر سنو ؎

اس کے جلوے کو بہت ہے ہم کو چشم سرگیں
ہم نہیں موسیٰ کہ جا کر کوہ پیمائی ـــ کریں"

"ڈسٹری بیوٹر کے کتوں کا کیا ہوگا۔" نعمانی چڑ کر بولا۔

"تیسرا شعر سنو ؎

کتوں نے کس کا راہ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے"

"اچھا تو میں چلا۔"

"خاور کو بھی ساتھ لیتے جانا۔"

"تم کیا جانو۔"

"تمہارا چوہا کم از کم مجھے ساری تفصیلات سے آگاہ رکھتا ہے۔"

بس جاؤ۔ میں بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتا۔"

"سچ بتانا کبھی دیکھا ہے اُسے۔"

"گھاؤ پنچ ببرا ہی کبھی نہیں دیکھا تھا اسے دیکھ کر کونسا تمغہ پالیا ہے کہ کسی اللہ کی تمنا کر سکوں۔ بس۔ ٹاٹا۔"

"گھاؤ پنچ ببرا کیا ہے!"

"میرے اور کیپٹن فیاض کے دماغ کا فتور۔ چلتے پھرتے نظر آؤ۔"

"ہو سکتا ہے تمہیں مدد کی ضرورت پیش آئے!"

"اپنی مدد آپ کرنے کی عادت ڈال رہا ہوں۔ ضروری نہیں کہ مددگار ہر وقت مہیا ہو سکے یا مدد کرنے کے سلسلے میں مخلص بھی ہو۔ میاں ہم تو بس اپنا ہی دم قدم دیکھتے ہیں۔ گدھے دست اہل کرم دیکھتے ہیں۔"

"گدھے نہیں گدا۔"

"وہ بغیر دُم کا ہوتا ہے۔ اس لئے خارج از بحث ہے یا بحث از خارج ہے جو کچھ بھی کہتے ہوں۔"

دفعتاً نعمانی چونک کر بولا۔ "اوہو۔ وہ پھر بے ہوش بڑھے کو اٹھائے ہوئے لا رہے ہیں۔ لیکن۔ لیکن۔ صفدر کہاں ہے۔ میرے خدا۔ یہ وہ بڑھا تو نہیں معلوم ہوتا۔" وہ اتنا تندرست نہیں تھا۔"

عمران اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے پھر انجن پر جھک گیا۔

"اوہو۔ وہ اسے صفدر ہی کی گاڑی میں ڈال رہے ہیں۔ لیکن صفدر کہاں ہے۔" نعمانی بڑبڑایا۔

"اُدھر مت دیکھو۔" عمران انجن پر جھکا ہوا آہستہ سے بولا۔

صفدر کی گاڑی ان کے قریب سے گزر گئی۔

"چلو بیٹھ جاؤ۔" عمران نے بونٹ گراتے ہوئے کہا۔

نعمانی بڑی پھرتی سے اگلی سیٹ پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "بائیں جانب مڑی ہے!"

عمران گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا اور پھر جیسے ہی گاڑی موڑ پر پہنچی خاور بھی پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"اے کیا دماغ چل گیا ہے تم لوگوں کا۔" عمران سر جھٹک کر بولا۔

"تیزی سے چلو۔" خاور ہانپتا ہوا بولا۔ "میں نے قریب سے دیکھا تھا انہوں نے بے ہوش صفدر پر بوڑھے آدمی کا میک اپ کیا ہے۔"

عمران نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا کچھ بولا نہیں۔ اس نے بحیثیت ایکسٹو ان سے کہا تھا کہ عمران ان کی جگہ لے گا۔ پھر بھی چپکے ہوئے ہیں۔ خیر دیکھا جائے گا۔

"بڑے اطمینان سے آہستہ آہستہ جا رہے ہیں وہ لوگ!" نعمانی بولا۔

"احمق نہیں معلوم ہوتے۔" پچھلی سیٹ سے خاور کی آواز آئی۔ "وہ بھی اطمینان کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔"

"اگر کھیل بگڑ گیا تو ذمہ داری تم دونوں پر ہوگی۔" عمران بولا۔

"تم تو اشعار ہی سناتے چلو پیارے۔" نعمانی نے ہنس کر کہا۔

"کچھ دیر بعد تم دونوں کا مرثیہ پڑھتا نہ نظر آؤں۔"

"مرثیے چبا رکھے ہیں کیا۔" خاور بولا۔

"تم لوگوں نے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔"

کچھ دیر بعد گاڑی ایک غیر ملکی مشن ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

"کیا چکر ہے۔" نعمانی بڑبڑایا۔

"چکر نہیں۔ چکرات کہو۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور اس کی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی۔

ہسپتال کی کمپاؤنڈ سے آگے جا کر اس نے گاڑی روکی۔

"اب کیا کرو گے۔" خاور بولا۔

"گاڑی تم دونوں کے حوالے کر کے جدھر سینگ سمائیں گے بھاگ نکلوں گا۔"

"ہم دونوں تو اندر جا رہے ہیں۔"

"خدا کا شکر ہے! میں بری الذمہ۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

وہ دونوں گاڑی سے اتر گئے۔

عمران انہیں پھاٹک میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی گاڑی سے اُترا۔ اور کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کی طرف چل پڑا اور ٹھیک اس وقت وہاں پہنچا جب صفدر کے سر کی ڈریسنگ کی جا رہی تھی۔ اور اب وہ بوڑھے کے میک اپ میں نہیں تھا بے ہوش بھی نہیں تھا۔

ایک پہیوں والی کرسی پر بیٹھا اپنے سر پر پٹی بندھوا رہا تھا۔ کوٹ کے پچھلے حصے پر خون کے دھبے تھے۔

اس کے بعد اس کو ایک انجکشن دیا گیا۔ اور انولیڈ چیئر دروازے کی طرف دھکیلی جانے لگی۔

اسے صفدر کی گاڑی تک لے جایا گیا تھا۔

دو آدمیوں نے اسے کرسی سے اتار کر گاڑی میں بٹھایا۔ اب پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ اسے پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا۔ اور دو آدمی اس کی دونوں طرف بیٹھے تھے۔

تیسرے نے اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا۔

صفدر کو ایک بار اس وقت ہوش آیا تھا جب اس کے سر کی ڈریسنگ کی جا رہی تھی۔ لیکن یہ ہوش پورے طور پر شعور کی بیداری نہیں کہلایا جا سکتا تھا۔ ورنہ وہ کرسی سے اٹھ کر کسی نہ کسی طرح وہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا۔

دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد اس نے خود کو ایک وسیع کمرے میں پایا تھا جہاں چھت سے کئی روشن فانوس لٹک رہے تھے۔

وہ خود ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ کچھ عجیب سا تھا۔ چوڑے شانوں والا، کوتاہ گردن آدمی ٹھوڑی اتنی بھاری تھی کہ سینے تک پہنچی معلوم ہوتی تھی ناک اونچی اور نوکیلی تھی۔ اور ناک کے نیچے پتلے پتلے بھنچے ہوئے ہونٹ ایک خمدار لکیر کی طرح نظر آ رہے تھے!

وہ چند لمحے صفدر کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم کون ہو۔؟"

زبان انگریزی تھی اور لہجہ غیر ملکی۔ صفدر نے تحیر آمیز انداز میں پلکیں جھپکاتے ہوئے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری لیکن کچھ بولا نہیں۔

"کیا تم بہرے ہو۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"چیخنے کی ضرورت نہیں!" صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ میں کہاں ہوں۔ میرا نام صفدر ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کون ہو اور میرے ساتھ کس قسم کا مذاق کیا گیا ہے۔" میں نے اس بوڑھے خبیث کو لفٹ دی تھی! وہ میری گاڑی میں بے ہوش ہو گیا۔ اسے اس کے گھر پہنچانا پڑا۔ لیکن

اس کے گھر والوں نے میرے احسان کا یہ بدلہ دیا۔"

"تم کسی کتے کے مالک کا پتہ لگانے میونسپل کارپوریشن کے دفاتر میں گئے تھے!"

"ہاں گیا تو تھا۔ پھر۔؟"

"کس نے بھیجا تھا؟"

"کیا بکواس ہے۔ تمہیں آخر اس سے کیا سروکار۔"

"میری بات کا سیدھی طرح جواب دو ورنہ یہاں سے زندہ نہ جا سکو گے۔"

"ارے تو کیا میں نے چوری کی ہے یا ڈاکہ ڈالا ہے۔ میرے ایک غیر ملکی دوست نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ کتے کے مالک کا پتہ لگاؤں۔؟"

"غیر ملکی دوست!"

"ہاں۔ ایک زندہ دل فرانسیسی۔"

"کیا نام ہے؟"

"وان ہکیزی۔ ہم دونوں ہر شام ٹپ ٹاپ میں ملتے ہیں۔"

"اس کا پتہ بتاؤ۔"

"ہو سکتا ہے۔ وہ اس وقت بھی وہیں ہو۔"

"رہتا کہاں ہے؟"

"نہ اس نے آج تک بتایا اور نہ میں نے پوچھا۔"

"یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ تم نے اس کتے کے مالک کے بارے میں بھی اس سے نہ پوچھا ہو۔"

"پوچھے بغیر ہی اس نے بتا دیا تھا۔"

"کیا بتا دیا تھا۔"

"کتا آوارہ پھرتا ہوا وان ہیکنزی کے ہاتھ لگا تھا اگر وہ اسے پولیس کے حوالے کر دے تو پولیس بھی اس کے مالک تک پہنچا سکتی ہے۔ لیکن وان ہیکنزی براہ راست مالک سے ملنا چاہتا ہے۔ کتا بے حد پسند آیا ہے اور وہ اسے خریدنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے مالک اس کا آفر قبول کرے۔"

"تم نے دیکھا ہے وہ کتا؟"

"میں نے تو نہیں دیکھا۔ اس نے مجھ سے صرف تذکرہ کر کے پوچھا تھا کہ آخر مالک کا پتہ کیسے لگایا جائے۔ میں نے کہا یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اگر کتے کے گلے میں پیتل پاس" موجود ہو تو اس کے سیریل نمبر ہی سے پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی دشوار بات نہیں تھی۔ چپراسی کو پانچ روپے دیئے اور اس نمبر کے کتے کے مالک کا نام اور پتہ رجسٹر سے نکلوا لایا۔"

کوتاہ گردن آدمی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اس طرح صفدر کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ جیسے اس کے بیان کو تولنے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر کچھ دیر بعد غرایا۔ "جب تک وان ہیکنزی ہمارے ہاتھ نہ لگے تمہاری گلو خلاصی ناممکن ہے۔"

"آخر کیوں؟... جہنم میں جائے وان ہیکنزی۔ وہ کوئی میرا رشتہ دار ہے کہ تم بطور یرغمال مجھے روک کے رکھو۔"

"اس کا حلیہ بتاؤ۔"

"کیا یہ کوئی خطرناک معاملہ ہے۔" صفدر نے خوفزدگی کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔ اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"اگر تم نے نہ بتایا تو تمہاری حکومت تمہیں جیل میں سڑا دے گی۔ مجھے پورا

پورا اختیار حاصل ہے ان معاملات میں۔ تمہاری حکومت کی درخواست پر میری حکومت نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا مجھ سے اس سلسلے میں کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے!"

"یقیناً۔ بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔" وہ زانو پر ہاتھ مار کر بولا۔

"لیکن مجھے یہ کب معلوم تھا۔ میں تو سمجھا تھا کہ وہ تو صرف کتا خریدنا چاہتا ہے۔ یہاں اجنبی ہے۔ دفاتر سے اس کی واقفیت نہیں ہے۔ لہذا میں نے۔"

"خیر۔ خیر۔ اب تمہارا فرض ہے کہ میرا ہاتھ بٹاؤ۔"

"بالکل۔ بالکل۔ میں تیار ہوں۔"

"حلیہ بتاؤ اس کا۔"

"چھوٹی سی سنہری ڈاڑھی باریک ترشی ہوئی مونچھیں۔ آنکھوں پر ریم لیس فریم والی عینک۔ رک رک کر گفتگو کرتا ہے اور گفتگو کے دوران میں مسلسل مسکراتا رہتا ہے۔ کتنی ہی پی جائے لیکن بہکتا نہیں۔ میں نے کئی بار آزمایا ہے۔ صرف آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے اس نے پی رکھی ہے۔"

"اگر یہ جھوٹ نکلا تو۔" وہ اسے گھور کر بولا۔

"میں ایک معزز شہری ہوں۔ ٹھہرو۔ میں تمہیں اپنا کارڈ دیتا ہوں تم صبح نو بجے تک اور شام کو چار سے چھ تک مجھ سے میرے گھر پر مل سکتے ہو۔ چھ بجے کے بعد میں عموماً تفریح کے لئے نکل جاتا ہوں پھر دس بجے سے پہلے واپسی نہیں ہوتی۔ اکثر اس سے بھی زیادہ دیر تک باہر رہتا ہوں۔"

صفدر نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "اچھی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ

تمہارے لئے رات کے کھانے کا کیا انتظام ہے؟"

"نہیں شکریہ" میں گھر جا کر کھاؤں گا"

"ایسا بھی کیا" وہ اٹھتا ہوا بولا۔ اور کمرے سے نکل گیا۔

صفدر وہیں اسی پوزیشن میں آرام کرسی پر پڑا رہا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس آدمی کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے"

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن پھر کسی نے بھی اس کی خبر نہ لی۔ اس نے سوچا اب اٹھنا ہی چاہیئے۔ اس شخص سے اتنی گفتگو کے بعد وہ کم از کم چل پھر تو سکتا ہی تھا۔

شائد اس کے سر سے بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا کیونکہ اٹھتے ہی اس نے خاصی نقاہت محسوس کی تھی۔

ہال سے گزر کر وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ یہ بھی خالی ہی تھا اسی طرح پوری عمارت میں چکر لگاتا پھرا لیکن کہیں کوئی نہ دکھائی دیا بالآخر وہ راہداری سے گزرتا ہوا صدر دروازے تک آ پہنچا۔ دروازے کے ہینڈل سے ایک تڑا مڑا سا کاغذ چپٹا ہوا تھا۔

صفدر نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو کاغذ اس سے الگ ہو گیا۔

سیاہ روشنائی سے کاغذ پر تحریر تھا۔

"اب اپنے گھر جاؤ۔ اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو
دنیا کے کسی گوشے میں بھی نہیں بچ سکو گے۔ میرا ہاتھ
ہر حال میں تمہاری گردن تک پہنچ جائے گا"

صفدر نے دروازہ کھولا اور برآمدے میں نکل آیا۔ برآمدے سے گزر کر روش طے کی۔ اور پھاٹک پر پہنچتے ہی اپنی گاڑی بھی دیکھ لی سڑک کے کنارے کھڑی تھی

عمارت کا برآمدہ روشن تھا۔ دفعتاً عمران کو وہاں صفدر نظر آیا۔ وہ تنہا تھا۔ پھر اس نے اسے باہر نکل کر گاڑی تک آتے دیکھا۔

وہ تنہا ہی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ اور گاڑی چل پڑی تھی۔

"گھاؤ پیچ ببرا" عمران کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکلا۔

جہاں اس نے اپنی گاڑی پارک کی تھی۔ آس پاس کئی اور گاڑیاں بھی موجود تھیں۔ کچھ خالی تھیں اور کچھ میں ان کے ڈرائیور بھی موجود تھے۔

عمران کو کوئی ایسی گاڑی نہ دکھائی دی جس کے بارے میں سوچا جا سکتا کہ وہ صفدر کے تعاقب میں گئی ہو گی۔

البتہ جب وہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا بائیں جانب والی گلی سے ایک موٹر سائیکل نکلی اور اسی سمت چلی گئی جدھر صفدر گیا تھا۔ پل بھر کے لئے سوار کے چہرے پر الیکٹرک پول سے روشنی پڑی تھی اور عمران نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ کیپٹن خاور تھا۔

عمران نے بھی گاڑی ادھر ہانک دی۔ لیکن اب وہ کچھ ایسی جلدی میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔

گاڑی معمولی رفتار سے چلتی رہی۔ اور وہ اپنے فلیٹ تک آ پہنچا۔

سب سے پہلے ایکسٹو والے فون کی طرف گیا۔ فون سے اٹیچڈ ٹیپ ریکارڈر پر کسی نئی کال کے ٹیپ ہونے کا اشارہ موجود تھا۔

ٹیپ چلا دیا۔ اور صفدر کی آواز سنی "آپ شائد موجود نہیں ہیں"

اور پھر اس نے وہ سب کچھ کہہ سنائی جو اس پر گزری تھی۔ اس کے بعد آواز آئی "میں اپنے گھر تک محدود ہو کر آپ کی ہدایت کا انتظار کروں گا۔"

ٹیپ ریکارڈ کا سوئچ آف کر کے عمران کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ صفدر نے اپنی اس کال میں اس آدمی کا حلیہ بھی بتایا تھا۔ عمران نے ایکسٹو کے فون پر صفدر سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے اپنا نجی فون استعمال کیا۔ دوسری طرف سے صفدر کی آواز سن کر بولا "تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"سر پھٹ گیا ہے!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کچھ بھی ہوا بھی مجھے ہدایت ملی ہے کہ تم سے فوراً ملوں۔ تمہارے پاس کوئی کہانی ہے۔"

"آ جائیے۔ غم ہی غلط کریں گے!"

"غم اور غلط دونوں ہی غین سے شروع ہوتے ہیں۔ خدا خیر کرے۔"

"ابھی آجائیے جلدی سے۔" صفدر کی آواز کے بعد ہی سلسلہ منقطع ہونے کی بھی آواز آئی۔

پھر سلیمان اسے رات کے کھانے کے لئے آوازیں ہی دیتا رہ گیا تھا۔ اور فلیٹ سے نکلا چلا آیا۔

صفدر کے چہرے سے خاصی نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔ عمران نے ایک بار پھر اس کی کہانی سنی اور ہنس کر بولا۔

"آئندہ کسی بوڑھے کو ہرگز لفٹ نہ دینا۔ خیر گتے کے مالک کا پتہ بتاؤ!"

"ایک مقامی یوریشین ڈیوڈ ولیفیر ہے۔ سکس تھرٹی ڈی۔ خلیجی ٹاؤن میں رہتا ہے۔"

عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی الد نام اور پتہ تحریر کیا۔ پھر بولا "کیا خیال ہے تمہارا۔ ہماری حکومت کا وہ ہمدرد کس ملک کا باشندہ ہو سکتا ہے؟"

"مجھے تو کچھ شمالی یورپ کا سا لگا تھا۔ ناروے یا سویڈن کا باشندہ!"

"ہوں۔ تو تم اسے اپنا پتہ دے آئے تھے۔"

"وان ہیکنزی والی کہانی کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا تھا۔ لیکن اب وان ہیکنزی کہاں سے پیدا کروں۔ میرا خیال ہے کہ ٹپ ٹاپ میں اس حلیے کا کوئی آدمی نہ پا کر وہ ادھر ہی آئے گا۔"

"اپنی نوٹ بک پر ایک پتہ تحریر کرو۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اگر اس کی طرف سے مزید پوچھ گچھ ہو تو آنکھیں بند کر کے یہی پتہ اس کے حوالے کر دینا!"

"لیکن میں تو اس سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس کی رہائش گاہ کا علم نہیں۔"

"یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں کہ بنائی نہ جا سکے۔ کہہ دینا اتفاق سے کبھی اس نے تمہیں کوئی خط لکھا تھا جس کا لفافہ تمہیں کسی کتاب میں رکھا ہوا مل گیا۔ لفافے پر وان ہیکنزی کا پورا پتہ تحریر تھا!"

"ہاں۔ آں۔ یہ ممکن ہے!" صفدر کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ایکسٹو تم پر بجا طور پر فخر کرتا ہے۔" عمران کا لہجہ سنجیدگی سے بھرپور تھا۔

صفدر اسے مضحکانہ انداز میں دیکھتا ہوا بولا۔ "خیریت۔ خیرت۔!"

"اس کی پوری ٹیم میں تمہارا جواب نہیں۔ ایک بڑی مشکل تم نے آسان کر دی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا!"

"وان ہیکنزی کی کہانی!"

پھر عمران نے اسے ایک پتہ تحریر کرایا۔ صفدر نوٹ بک کوٹ کی جیب میں رکھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"یس صفدر ہی بول رہا ہے!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اوہ اچھا... اچھا... نہیں ملا... پرواہ مت کرو... مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس نے ایک بار مجھے ایک خط لکھا تھا... لفافے پر اس کا پتہ تحریر تھا۔ میں اس لفافے کو تلاش کر رہا ہوں۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں۔ اگر وہ مجھ سے ملا تو کہہ دوں گا کہ مصروفیت کے باعث میں اس کا کام نہیں کر سکا۔ نہیں شکریے کی ضرورت نہیں... میں اپنا فرض انجام دے رہا ہوں... پوری طرح تم سے تعاون کروں گا۔ گڈ بائی!"

صفدر نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور عمران کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"بہت اچھے جا رہے ہو!" عمران بولا! "ذرا ہی اسے پتہ نہ بتا کر تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ دیر بعد وہ تمہیں فون کرے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ لفافہ ملا یا نہیں۔ لیکن اسے اچھی طرح یاد رکھنا کہ اس نے عمارت کی نگرانی بھی شروع کرا دی ہوگی!"

"میں سمجھتا ہوں!"

"پتہ کل صبح سے پہلے ہرگز نہ بتانا!"

"میں سمجھتا ہوں!"

کرسٹین نے دیوار سے لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھا۔ سوا دس بجے تھے! وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اس کا کیا حشر ہوگا۔ وہ حیرت انگیز آدمی بھی پھر نظر نہ آیا۔

اس کی اسکیچ بک اسی کے پاس تھی۔ پچھلی رات وہ اسے اس عمارت میں ھوڑ گیا تھا اور ابھی تک اس کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔

عجیب آدمی ہے اس نے اس سے اسکیچ بک کی کہانی معلوم کرنے کی وشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ اگر وہ ذرا سی بھی دلچسپی ظاہر کرتا تو وہ بلا پس و یش بیان کر دیتی۔

آج تک اس نے اس کے بارے میں کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ لیکن محسوس کر رہی تھی کہ کم از کم اس آدمی سے تو کچھ بھی نہیں چھپا سکے گی۔

ہف روجر نے اسے قتل کر دینے کی دھمکی دی تھی۔ شاید وہ ایسا کر ی گزرتا لیکن کرسٹین نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اسے اس کے بارے میں ایک فظ بھی نہ بتائے گی۔

عمران کہاں رہ گیا۔ وہ بار بار سوچتی۔ اسے پچھلی رات کے واقعات ئی بار یاد آئے۔ کتنا ڈراؤنا میک اپ اس نے کر رکھا تھا۔ اور کتنی آسانی ے ان پانچوں کو بے بس کر دینے کے بعد ان کا مضحکہ اڑاتا رہا تھا۔

پھر اسے وہ منظر یاد آیا جب ہف روجر نے عمران پر حملہ کیا تھا۔ وہ ھی تھی کہ شاید کھیل ختم ہی ہو گیا۔ لیکن عمران کے حیرت انگیز پھرتیلے پن

کے سامنے ہیف ترو جر کی ایک نہ چلی اور بالآخر وہ بھی ڈھیر ہو گیا۔

"عمران۔ اُوہ کہاں رہ گئے تھے تم" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

اور ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا۔

وہ تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھی۔ بھلا عمران کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔

لیکن دروازہ کھلتے ہی ایک اجنبی بڑی پھرتی سے اندر داخل ہوا۔ اگر وہ ایک پل کے لیے بھی ہچکچایا ہوتا تو کرسٹین دروازہ بند کر چکی تھی! لیکن اس نے تو اسے اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔

"تم کون ہو؟" کرسٹین خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی غرائی وہ کچھ نہ بولا۔ اس کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

بڑی دلکش شخصیت کا مالک تھا۔ بال سنہرے تھے۔ چھوٹی سی آرٹسٹک ڈاڑھی تھی۔ ۔ ۔ ۔ باریک ترشی ہوئی مونچھیں۔ آنکھوں پہ ریم لیس فریم والی عینک۔ لباس سے نفاست پسندی ظاہر ہوتی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال رہی ہو گی۔

"ماموزیل۔ وان ہیکزی" وہ کسی قدر جھک کر بولا۔

لہجہ فرانسیسیوں جیسا تھا۔ وہ یورپ کی کئی زبانیں بول سکتی تھی اور فرانسیسی تو اچھی خاصی جانتی تھی۔

"تم اس طرح اندر کیوں گھس آئے؟"

"مجھے یہیں آنا تھا ماموزیل" اس نے بڑی شائستگی سے کہا۔

"کیوں؟"

"میں نے وعدہ کیا تھا ماموزیل۔ آپ کی ذمہ داری مجھ پر ہے"

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر پیچھے ہٹی۔ کیونکہ یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا۔ اور آواز سو فیصد عمران کی تھی۔

"چلو۔ الجھنے کی ضرورت نہیں۔" وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"پہلے گرم گرم کافی پیوں گا۔ پھر باتیں ہوں گی"

"تم نے تو مجھے ڈرا دیا۔ پچھلی رات جتنے بھیانک میک اپ میں تھے اس وقت اتنے ہی خوبصورت لگ رہے ہو"

"خوبصورت" وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہی بہت پیارے لگ رہے ہو"

"زندگی میں پہلی بار کسی عورت سے اس قسم کا جملہ سنا ہے سمجھ نہیں آتا کہ مجھے شرمانا چاہیئے یا مغموم ہو جانا چاہیئے"

"چلو۔" وہ اس کی کمر میں ہاتھ دے کر دھکیلتی ہوئی بولی۔

"تمہاری باتیں سمجھ میں نہ آنے کے باوجود بھی دلچسپ معلوم ہوتی ہیں"

وہ ڈرائنگ روم میں آئے۔

"ٹھہرو۔ میں تمہارے لئے کافی بنا لاؤں" اس نے کہہ کر جانا چاہا۔

"میں بھی چل رہا ہوں۔ باتیں بھی ہوتی رہیں گی"

کچن خاصا وسیع تھا اور وہاں ایک میز اور چند کرسیاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔

کرسٹین اسٹوو پر کافی کے لئے پانی رکھنے لگی۔ اور وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم نے کسی ایسے آدمی کا تذکرہ کیا تھا۔ جس نے تم سے فون پر سویڈش میں گفتگو کی تھی؟"

"ہاں اور اس کے بعد ہف روجر ملا تھا۔"

"تمہارا خیال ہے کہ وہ حقیقتاً کوئی سوئیڈش ہی تھا؟"

"مجھے یقین ہے۔"

"کیا تم کسی کوتاہ گردن اور چوڑے شانوں والے سوئیڈش سے واقف ہو؟"

"وہ اس کی طرف مڑی اور متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"اس کی ناک اونچی۔ اور نکیلی ہے۔ ٹھوڑی بھاری اور ہونٹ بہت پتلے ہیں۔ وحشیانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے۔"

"اوہ۔۔۔ یہ تو تم۔۔۔ یہ تو تم۔۔۔ بیرن فلیچر بولڈ کا حلیہ بیان کر رہے ہو۔"

"یہ کون ہے؟"

"میرے شہر کا چیف آف پولیس۔ اور تمہیں سن کر حیرت ہوگی کہ وہ بھی، ۔۔۔ اوہ تو کیا وہ بھی یہاں موجود ہے؟"

"سوال کرنے کی بجائے بات جاری رکھو۔"

"وہ بھی ۔۔۔ میری اسکیچ بک میں دلچسپی لیتا ہے!"

"اب بتا بھی ڈالو اسکیچ بک کے بارے میں۔۔۔ یہ تو جان کو آ گئی ہے!"

"پہلے تم بتاؤ۔ کیا بیرن فیلڈ فلیچر بولڈ یہاں موجود ہے؟"

"نہ ہوتا تو میں تم سے اس کے بارے میں کس طرح دریافت کرتا۔"

گریسٹن نے ایک طویل سانس لی اور کسی سوچ میں پڑ گئی۔ وہ بغور اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "سچ مچ مصیبت بن گئی ہے یہ اسکیچ بک! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے لئے اتنا ہنگامہ ہوگا۔ لیکن ہنگامے کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"تم نے بتایا تھا کہ یہ تمہارے دادا کے وقت سے تمہارے خاندان میں چلی آرہی ہے۔"

"اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔"

"مجھے یقین ہے۔ لیکن اس ہنگامے کا تعلق دادا کے وقت سے تو نہ ہوگا۔"

"قطعی نہیں۔ یہ زیادہ پرانی بات نہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے کچھ دنوں کے بعد اس اسکیچ بک پر یہ نحوست نازل ہوئی تھی۔ میں چھوٹی سی تھی! لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اس واقعے کی تفصیل اس وقت بھی آنکھوں میں پھر گئی ہے۔ بڑی طوفانی رات تھی۔ ایسی بارش میری یادداشت میں تو پھر کبھی نہیں ہوئی۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ لیکن ایسے طوفان میں نیند کہاں۔ ہم بچے تک جاگ رہے تھے اور بڑوں کے سہمے ہوئے چہرے دیکھ کر دہلے جا رہے تھے! دفعتاً کسی نے باہر سے ہمارا دروازہ پیٹنا شروع کیا۔ میرے باپ دروازے کی طرف لپکے۔ ہم سب کا یہی خیال تھا کہ کوئی راہ گیر پناہ چاہتا ہے۔ لیکن وہ میرے باپ کا کوئی جگری دوست ثابت ہوا۔ اس کی حالت تباہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا لباس تبدیل کرایا جا چکا تو میرے باپ نے بتایا کہ اسے بہت تیز بخار ہے۔ وہ ایک آرام دہ اور گرم کمرے میں لٹایا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس نے میرے باپ سے کہا تھا کہ وہ ایک اسکیچ کرنا چاہتا ہے۔ ہم لوگ سمجھے شائد ہذیان بک رہا ہے۔ لیکن پھر بھی میرے باپ وہی اسکیچ بک اٹھا لائے تھے اور جب وہ اس پر اسکیچ کر چکا تھا تو اسی کے کہنے پر میرے باپ نے ہم لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تھا۔ ہم باہر نکلے تھے اور ہم نے دروازہ بولٹ کئے جانے کی آواز سنی تھی۔! پھر شاید آدھے گھنٹے کے بعد میرے باپ اس کمرے سے برآمد ہوئے تھے اور بے حد سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔ اوہ۔ اب کافی پیو گے۔"

وہ اسٹوو پر سے کیتلی اتارنے لگی۔

کافی کے دو کپ تیار کر کے وہ بھی ایک کرسی میز کے قریب کھینچ لائی۔

“کچھ کھانے کو بھی ہے؟” عمران نے پوچھا۔

“ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں؟”

“میں نے ابھی کھانا نہیں کھایا۔”

وہ اُبلے ہوئے جھینگوں کا ایک ڈبہ اٹھا لائی۔ کچھ سلائیس بھی تھے۔

“چلو ٹھیک ہے۔” عمران سر ہلا کر بولا۔

“ہمارا گھر بھرا ہوا تھا۔” وہ کافی کا ایک گھونٹ لے کر کہنے لگی۔ “لیکن میں اپنے باپ کی تنہا اولاد تھی۔”

“تب پھر تین ہی آدمی تو ہوئے۔ تم اور تمہارے ماں باپ؟” عمران بولا۔

“نہیں کچھ اور رشتے دار بھی ہمارے ساتھ رہتے تھے۔”

“خیر بہرحال۔ دو دن بعد وہ آدمی مر گیا۔ اور اسی دن سے میرے باپ مجھے آرٹ کی تعلیم دینے لگے۔ یقین کرو میں سولہ سال کی عمر میں بہت اچھی مصور بن گئی تھی۔”

“بھلا اس آدمی کے مر جانے اور تمہارے مصور بن جانے سے کیا تعلق؟”

“وہی تو بتا رہی ہوں۔ کیا اس وقت اسکیچ بک تمہارے پاس موجود ہے؟”

“وہ تو میں یہیں چھوڑ گیا تھا۔”

“کہاں؟”

“یہیں کچن میں۔”

“تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔” وہ چڑ کر بولی۔

کاغذ کی بیکار تھیلیوں اور دوسری الا بلا کے نیچے دبی ہوا اسکیچ بک ٹوکری سے گر پڑی۔

“عجیب آدمی ہو تم۔”

“بہت زیادہ اہم چیزیں اسی طرح محفوظ رہتی ہیں کہ انہیں ردّی کی ٹوکری کی نذر کر دیا جائے۔” عمران نے کہا اور اسکیچ بک اٹھا کر اس کے حوالے کر دی۔

“خیر۔ خیر۔ یہ دیکھو۔ یہ اسکیچ اس پر کسی کے دستخط نہیں۔ یہ اسکیچ پاپا کے مرنے والے دوست نے بنایا تھا۔ آڑی ترچھی لکیروں کے ذریعہ ایک پرندہ بنایا گیا تھا۔”

“ہاں ہے تو۔ اور تم نے جفرد جبر کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا؟”

“اوہ تو تم نے پوری بات سنی تھی؟”

“میں دروازے سے کان لگائے رہا تھا۔”

“آخر تمہیں مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہو گئی ہے؟”

“گھاڈینچ ببرا کی وجہ سے۔” عمران نے کہا اور کھانسنے لگا۔ شاید روٹی کا کوئی ریزہ بلا قصد حلق سے اتر گیا تھا۔

“آخر وہ کیا چکر تھا؟”

“یقین کرو کچھ بھی نہیں۔ محض اس کلوٹے کی حماقت۔”

“کیا تم نے اس پرندے کی تصویر نمائش میں نہیں دیکھی تھی؟” اس نے اسکیچ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

“نہیں۔ میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔”

“وہ اتنی واضح اور جاذب توجہ نہیں ہے۔ اور اسی تصویر کے لیے میں نے اس نمائش میں شرکت کی ہے۔ میرے باپ نے مرتے وقت کہا تھا کہ اگر مشرق

کے کسی بھی حصے میں پرندوں کی تصاویر کی نمائش ہو تو اس میں ضرور حصہ لینا اور دوسری تصاویر کے ساتھ اس تصویر کی ہو بہو نقل اتار کر اس کے نمائش میں رکھے جانے پر بھی اصرار کرنا۔"

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ بھلا اس تصویر میں رکھا ہی کیا ہے۔ ڈھنگ کا پرندہ بھی تو نہیں معلوم ہوتا۔"

"بہت ہی عجیب۔ دیکھو۔ وہی صفحہ کھولو۔ یہ دیکھو۔ یہ تین لکیریں۔ میرے باپ نے کہا تھا کہ نمائش میں لگائی جانے والی تصویر میں صرف یہ تین لکیریں ضرور چھوڑ دی جائیں۔"

"یعنی یہ بنائی ہی نہ جائیں۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گی کہ اسی شام جب تم سے ملاقات ہوئی تھی کسی نے وہ تینوں لکیریں ٹھیک اسی جگہ بنا دیں جہاں انہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"یہ کس وقت کی بات ہے۔ یعنی ہم سے ملنے سے کتنی دیر پہلے ایسا ہوا تھا۔"

"یہ تو میں نہیں جانتی۔ لیکن جب شام کو نمائش گاہ میں قدم رکھا تھا تب سے ان لکیروں کو دیکھتی رہی تھی۔ اور جب تم دونوں مجھے اس انداز میں ملے تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ آدمی تم دونوں ہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔"

"کون آدمی۔" عمران آنکھیں پھیلا کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔

"وہی جس نے تصویر مکمل کی۔"

"بھلا کیا بات ہوئی۔"

"میرے باپ نے کہا تھا کہ جو تصویر مکمل کرے گا۔ اسی سے تمہیں ایک بہت بڑی دولت کی خوشخبری ملے گی۔ تم بہت امیر ہو جاؤ گی۔"

"سلیمان کہہ رہا تھا کہ رات کے کھانے پر صرف مسور کی دال ہو گی اسی لیے تو بھاگا بھاگا پھر رہا ہوں۔" عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا کہا؟"

"کچھ نہیں۔ یہی سوچ رہا ہوں کہ تمہیں کس طرح خوشخبری دوں۔ کہیں خوشی کے مارے میرا ہی ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔"

"پھر تم نے بے تکی باتیں شروع کر دیں۔"

"میں وہ آدمی نہیں ہوں۔"

"تو پھر۔؟"

"میں کیا بتاؤں۔؟ اچھا اب بیرن نلچر ولڈ کی بات کرو۔"

"وہ بھی میرے باپ کے پرانے دوستوں میں سے ہے۔ میرے باپ نے خاص طور پر منع کیا تھا کہ بیرن نلچر ولڈ کو اس اسکیچ یا اس تصویر کے بارے میں کبھی کچھ نہ بتاؤں۔"

"اور وہ تم سے پوچھتا رہتا تھا۔"

"یقیناً۔ وہ جب بھی ملتا میرے باپ کے اس مرحوم دوست کے بارے میں ضرور گفتگو کرتا۔ ظاہر ہے اس کی موت کوئی ڈھکی چھپی تو نہیں رہی تھی! اس کا جنازہ ہمارے ہی گھر سے گیا تھا۔"

"کیا مرنے والا کوئی بہت بڑا آرٹسٹ تھا۔"

"یقین کرو۔ اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتی۔ البتہ ایک افواہ سنی تھی۔"

"کیسی افواہ۔"

"یہی کہ وہ اتحادی ملکوں میں سے کسی کا جاسوس تھا۔ اور جنگ کے

دوران میں جرمنی میں کام کرتا رہا تھا۔"

"اوہ۔!" عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور پھر بولا "نام یاد ہے!"

"مائیکل فراڈے۔"

"مائیکل فراڈے۔!" عمران نے اس طرح دوہرایا جیسے ذہن پر زور دے کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیوں۔ کیا بات ہے۔؟"

"کچھ نہیں اب تم آرام کرو۔ ویسے تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا اگر میں بھی یہیں رات بسر کروں۔"

"نن۔ نہیں۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ یقین کرو نہ تو میں تم سے خائف ہوں اور نہ تم سے متعلق کوئی ناگوار اثر اپنے ذہن پہ پاتی ہوں۔"

"شکریہ۔!"

وہ دونوں کچن سے پھر نشست کے کمرے میں واپس آ گئے۔

"وہ آدمی کون تھا جو تمہارے کمرے میں مارا گیا۔"

"میں اس کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتی جو مجھے پولیس والوں سے معلوم ہوا۔"

عمران کی نظر ٹیلیفون پر پڑی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹول کے قریب آیا اور فون پر کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے وہ گھر پر موجود تھا۔

"ہوں تو تم ہو۔" وہ دوسری طرف سے غرایا۔ "پھر کہتا ہوں کہ مجھ سے مل لو ورنہ بڑے خسارے میں رہوگے۔ اب رحمان صاحب کو بھی گھاؤ پنچ بیرا ہو گیا ہے۔"

"بڑی اچھی خبر سنائی تم نے۔ کہو تو جوزف کو بھی انہیں کے پاس بھجوا دوں۔"

"ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ کوئی آواز دے رہا ہے۔" دوسری طرف سے فیاض نے کہا۔ اور عمران نے پر معنی انداز میں سر کو جنبش دے کر فوراً ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا

"ہیلو۔" دوسری طرف سے غالباً ثریا کی آواز آئی۔

عمران نے آواز بدل کر کہا۔ "کیا رحمان صاحب تشریف رکھتے ہیں!"

"آپ کون ہیں؟"

"گھاؤ پنچ بیرا۔"

"جی۔"

"براہ کرم ان سے کہدیں کہ ان کی کال ہے!"

"ہولڈ آن کیجئے۔"

تھوڑی دیر بعد رحمان صاحب کی آواز سنائی دی۔

"تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔" عمران بولا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے فیاض سے معلوم ہوا کہ آپ کو میری ضرورت ہے۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو۔"

"ایک ٹیلیفون بوتھ سے۔"

"خود کو ذرا پولیس کے حوالے کر دو۔"

"حکم کی تعمیل کروں گا۔ لیکن کیا آپ میرے لئے اتنی معلومات حاصل کر سکیں گے کہ پرندوں کی تصاویر کی نمائش کی تجویز کہاں سے آئی تھی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میں آپ کو تکلیف نہ دیتا۔ لیکن فیاض تعاون کرنے پر آمادہ نہیں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"معاملہ ایک غیر ملکی سفارت خانے کا ہے۔ سوچ لیجئے!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میرے تعاون کے بغیر کام نہیں چلے گا۔"

"نمائش کا کرتا دھرتا وہی تھا جو کرسٹین کے کمرے میں مار ڈالا گیا۔"

"یعنی وہ فرسٹ سیکرٹری بذات خود۔"

"ہاں۔ ہاں۔ جلدی سے بک چکو۔"

"بہت بہت شکریہ!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ ویسے اسے یقین تھا کہ اس حرکت پر رحمان صاحب آپے سے باہر ہو رہے ہوں گے۔

اس کے بعد اس نے جولیا نافٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کئے اور ایکسٹو کی آواز میں بولا۔ "تمہیں علم ہوگا کہ گرانڈ کے ایک کمرے میں ایک سفارت خانے کے سیکرٹری کی لاش ملی تھی۔"

"مجھے علم ہے جناب!"

"اس کا نام معلوم ہے تمہیں؟"

"جی ہاں۔ ولیم گیسپر فراڈے تھا۔"

"اس کے خاندان میں کسی مائیکل فراڈے کا پتہ لگانا ہے۔ وہ کون تھا۔ زندہ ہے یا مر گیا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔"

"کوشش کروں گی جناب!"

عمران سلسلہ منقطع کر کے کیپٹن خاور کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

کرسٹین اسے بہت غور سے دیکھے جا رہی تھی۔ اور وہ ایکسٹو کی آواز میں کیپٹن خاور سے کہہ رہا تھا۔ "تمہیں معلوم کرنا ہے کہ پچھلے پندرہ دنوں میں ہیرن نلچر بولڈ نام کا کوئی سوئیڈش یہاں آیا ہے یا نہیں۔ اس کا موجودہ پتہ چاہئے حلیہ بھی!"

"بہت بہتر جناب۔"

"صرف تین گھنٹے دیئے جا سکتے ہیں!"

"میں انتہائی کوشش کروں گا جناب!"

عمران ریسیور رکھ کر کرسٹین کی طرف مڑا۔ وہ اسے تحیّر زدہ آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم آخر ہو کون؟"

"میں! پتہ نہیں کیا کیا ہوں!"

"نہیں۔ ۔! میں نے ابھی محسوس کیا تھا کہ تم کئی طرح کی آوازوں اور لہجوں میں گفتگو کر سکتے ہو۔"

"کیا یہ کوئی بری بات ہے!"

"مائیکل فراڈے کا کیا ذکر تھا؟"

"کیا تم اس شخص کے نام سے واقف ہو جس کی لاش تمہارے کمرے میں ملی تھی؟"

"نہیں۔ ۔!"

"اس کا نام تھا ولیم گیسپر فراڈے۔"

"کیا مطلب؟"

"اور یہ نمائش اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھی!"

"نہیں ۔ ۔!" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑی ہو گئی!

"ہاں! اور اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مائیکل فراڈے سے اس

کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی۔"

"جو نہ سمجھ سکو اس کا بھی تذکرہ ضرور کرو شاید میں سمجھا سکوں!"

"جہنم میں جائے سب کچھ!" وہ جھنجھلا کر بولی "کاش میں نے اسکیچ بک سے وہ صفحہ پھاڑ کر آتشدان کی نذر کر دیا ہوتا۔"

"اس سلسلے میں کچھ اور یاد آ رہا ہو تو مجھے بتاؤ!"

"کچھ نہیں مجھے نیند آ رہی ہے!"

"گڈ نائٹ!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"تم کہاں سوؤ گے!"

"یہاں دو تو بیڈ روم ہیں۔ تم فکر نہ کرو!"

◆

صفدر بے خبر سو رہا تھا۔ لیکن اچانک اس کی آنکھ کھل گئی! ذہن کے کسی گوشے میں یہ احساس موجود تھا کہ وہ بے وجہ نہیں جاگا۔ پھر بڑی پھرتی سے اس نے بستر چھوڑ دیا تھا۔

لیکن وہ بیڈ روم سے باہر نہ نکل سکا۔ کیونکہ اسے دروازے پر ایک آدمی کھڑا نظر آیا تھا۔ جس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کا رخ اس کی طرف تھا۔ وہ اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ اس کی فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی سے

نیچے جھکا ہوا تھا۔ اور گہری نیلی روشنی بھی اس میں سے خارج ہو رہی تھی۔

"جہاں ہو وہیں ٹھہرو!" وہ آدمی غرایا۔

"کیوں ---؟"

"غیر ضروری گفتگو سے پرہیز کرو!"

اب صفدر سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے اسے آواز دے کر جگایا گیا ہو! دوسرے کمروں سے لوگوں کے چلنے پھرنے کی آوازیں آ رہی تھیں!

"میں یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ تم کیا چاہتے ہو!" صفدر نے کچھ دیر بعد کہا۔

"وان ہیکنزی کا وہ خط جس پر اس کا پتہ تحریر تھا!"

"مجھے ابھی تک نہیں مل سکا!"

"مطمئن رہو۔ اس وقت بھی اس کی تلاش جاری ہے!"

"اوہ ---!"

تو یہ بات ہے صفدر نے سوچا لفافہ تلاش کیا جا رہا ہے۔

وہ کچھ نہ بولا۔

"تم خاموش ہو گئے!" ریوالور والے نے چھیڑا۔

"خوش ہو رہا تھا کہ تلاش کرنے کی زحمت سے بچ گیا۔ یہی بات تھی تو اس کی ضرورت نہیں تھی!" صفدر نے ریوالور کی طرف اشارہ کیا۔

"اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے رکھو!"

"تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے شاید۔ جب میں کہہ چکا تھا کہ پوری طرح تعاون کروں گا تو پھر یہ سب کیوں!"

"بہتر ہے خاموش ہی رہو ---!"

دفعتاً کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔

دروازہ کھل جانے پر دو آدمی اندر آئے اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر تیز روشنی والا سوئچ آن کر دیا۔

اور پھر وہ دونوں ہی کمرے کا سامان الٹنے پلٹنے لگے۔ صفدر خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔

ذرا ہی سی دیر میں پورا کمرہ تہس نہس ہو کر رہ گیا۔

لیکن اس دوران میں صفدر نے اندازہ کر لیا تھا کہ ان تین آدمیوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔

جب اس تلاش کا سلسلہ ختم ہو گیا تو ریوالور والے نے کہا "اب تمہیں ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔"

"کیوں۔؟"

"میں اس بحث میں نہیں پڑتا" اس نے ریوالور سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"کہاں چلنا ہو گا؟"

"وقت ضائع نہ کرو" وہ غرایا

"کیا میں لباس تبدیل کر سکتا ہوں"

"نہیں۔!" اس کا لہجہ بہت سخت تھا۔

"اچھی بات ہے" صفدر مردہ سی آواز میں بولا۔ اور پھر دروازے کی طرف بڑھتا نظر آیا۔

وہ تینوں ہی سمجھے تھے کہ وہ دروازے سے گزر جائے گا۔ لیکن وہ اچانک ریوالور والے پر ٹوٹ پڑا۔

بقیہ دو پر اس غیر متوقع تبدیلی سے اضطراری کیفیات کا حملہ ہوا اور وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے صفدر سے چمٹ گئے۔ پھر ان میں سے ایک کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا اور دوسرے کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی تھی۔

ریوالور والے کا ہاتھ اب خالی نظر آیا۔ پہلے ہی ہلے میں صفدر نے اس کے ہاتھ سے ریوالور نکال دیا تھا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ اور بجتی ہی رہی۔

صفدر نے اپنے نیچے دبے ہوئے آدمی کو چھوڑ کر ریوالور کے لیے چھلانگ لگائی اور اس بار وہ خود ان دونوں آدمیوں کے نیچے دبا ہوا تھا جنہیں کچھ دیر پہلے جھٹک چکا تھا۔

تیسرا اس سے ریوالور چھیننے کی کوشش کرنے لگا۔

فون کی گھنٹی بجتی رہی۔

پھر صفدر نے وہاں چوتھے آدمی کی جھلک دیکھی وہ بہت آہستگی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ سیدھا صفدر کی طرف چلا آیا اور اس کے اس ہاتھ پر پیر رکھ دیا جس میں ریوالور دبا ہوا تھا۔

ریوالور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کلائی کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔

بالآخر ریوالور اس کے ہاتھ سے ہی نکل گیا۔ اس نے اس کا پیر اپنی کلائی پر سے ہٹتے دیکھا۔ دوسرے آدمی نے ریوالور سنبھال لیا تھا اور کلائی پر سے پیر ہٹانے والا فون کی طرف جا رہا تھا

"اوہ۔۔" صفدر کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اب وہ اس آنے والے کا پوری طرح جائزہ لے سکتا تھا۔ یہ تو وہی کوتاہ گردن اور چوڑے شانے والا

آدمی تھا جس سے اس نے وان ہیکزی والا جھوٹ بولا تھا۔

ریوالور والے نے صفدر کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ اٹھا تھا اور تینوں نے اسے نرغے میں لے لیا تھا۔

کوتاہ گردن آدمی نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ اور بولا ”ہلو! میں ۔ میں ڈاکٹر سبنڈر بول رہا ہوں۔ تمہارا مریض سے کیا تعلق ہے۔ ہاں ۔ ہاں ۔ اس نے فون کر کے مجھے بلایا تھا۔ میں یہاں پہنچا تو وہ مجھے بے ہوش ملا۔ کیا تم اسے بہت قریب سے جانتے ہو۔ ہاں ۔ ہاں صفدر سعید۔ پھاٹک کی نیم پلیٹ پر یہی نام ہے۔ کیا ۔ کیا نام بتایا ۔ وان ہیکزی؟ تم کوئی بھی ہو خدا کے لئے چلے آؤ ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں ۔ میں تو پولیس کو فون کرنے والا تھا۔ پلیز ہری اپ ۔ وہ یہاں بالکل تنہا پڑا ہے۔“ وہ ریسیور رکھ کر صفدر کی طرف مڑا اس کے ہونٹوں پر بڑی سفاک سی مسکراہٹ تھی۔

”اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو بے ہوش بن کر بستر پر لیٹ جاؤ!“ اس نے صفدر سے کہا۔

صفدر کے سر کے زخم کے ٹانکے شائد کھل گئے تھے کیونکہ بینڈیج سے خون رسنے لگا تھا۔

”تف ۔۔۔ فون پر کون تھا؟“

”شکار خود ہی جال کی طرف آ رہا ہے!“

”کیا مطلب ہے؟“

”وان ہیکزی“

صفدر نے طویل سانس لی۔ اور زبردستی مسکرایا۔

”چلو۔ میری جان تو چھوٹے گی۔“ اس نے کہا اور بستر کی طرف مڑ گیا۔

”ٹھہرو“ وہ آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ صفدر رک گیا۔ پھر اس نے تینوں میں سے ایک سے کہا ”بستر کی اچھی طرح تلاشی لے لو۔“

وہ آگے بڑھا اور جیسے ہی تکیہ اٹھایا صفدر کے ریوالور پر نظر پڑی!

”خوب۔“ کوتاہ گردن صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

صفدر نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور بستر پر گر پڑا۔ شائد اسے احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ اس کے سر کا زخم دوبارہ رسنے لگا ہے

پھر کوتاہ گردن نے اپنے ساتھیوں سے کسی ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی جو صفدر کے لئے نئی تھی! وہ تینوں کمرے سے چلے گئے!

”اپنی آنکھیں بند کر لو“ کوتاہ گردن صفدر کو گھورتا ہوا بولا۔

”میں تم سے پوری طرح تعاون کروں گا“ صفدر نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

دس پندرہ منٹ تک وہ یونہی پڑا رہا۔ پھر قدموں کی آوازیں سنیں لیکن کم از کم یہ مردانہ قدموں کی چاپ تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھی!

جیسے ہی یہ چاپ اس کمرے میں داخل ہوئی صفدر نے آنکھیں کھول دیں۔

اوہو۔ کچھ جانا پہچانا سا چہرہ ۔۔۔ ارے یہ تو سوئیڈش آرٹسٹ کرسٹین ہے۔ ایکسٹو نے اسی کے بارے میں تو معلومات حاصل کرنے کو کہا تھا۔ لیکن وہ کوتاہ گردن کہاں ہے ۔!

وہ بستر کے قریب آئی صفدر نے اٹھنا چاہا۔ لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولی ”لیٹے رہو۔ لیٹے رہو۔ ارے تمہاری بینڈیج خون سے تر ہو گئی ہے! ڈاکٹر کہاں ہے؟“

"ڈ۔ ڈ۔ ڈاکٹر۔ لیکن تم کون ہو۔!"

"تمہارے دوست وان ہیکزی کی ایک ملنے والی۔ اس نے بتایا تھا کہ تم تنہا اور بیمار ہو۔"

"وہ خود کیوں نہیں آیا؟" صفدر نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ میں نہیں جانتی۔ میں تو تمہاری تیمارداری کے لیے آئی ہوں۔ کیا یہاں کوئی فرسٹ ایڈ بکس بھی موجود ہے۔ میں تمہاری بینڈیج بدل دوں۔"

"زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے ہوں گے۔ سر میں چوٹ تھی!" صفدر بولا۔

"فرسٹ ایڈ بکس، اس الماری میں ہے!"

جیسے ہی وہ الماری کی طرف بڑھی وہی آدمی اندر داخل ہوا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

کرسٹین بوکھلا کر اس کی طرف دیکھنے لگی!

"وان ہیکزی کہاں ہے؟" اس نے اس سے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کک۔ کیا۔ مطلب۔؟" وہ صفدر کی طرف مڑی۔

"اگر تم وان ہیکزی کی دوست ہو تو ابھی معلوم ہو جائے گا۔" صفدر کراہا۔ "تم لوگ میرے ملک کے مفاد کے خلاف کام کر رہے ہو۔ کیوں؟"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ تم پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو۔!"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔" صفدر برا سا منہ بنا کر بولا۔ پھر ریوالور والے سے کہا۔ "ذرا اسی بھیانک آدمی کو تو بلا لینا دیکھ کر ہی دم نکل جائے گا۔"

"تم خاموش رہو۔" ریوالور والا غرایا۔

"جہنم میں جاؤ تم سب۔ خواہ مخواہ میری ٹانگ پھنسی ہے۔" وہ بڑبڑا کر رہ گیا۔

"وان ہیکزی اس وقت کہاں ملے گا؟" ریوالور والے نے پھر کرسٹین کو مخاطب کیا۔

"میں نہیں جانتی۔ کچھ دیر پہلے اس نے فون پر مجھ سے درخواست کی تھی۔ کہ اس کے ایک بیمار دوست کی خبرگیری کے لئے جاؤں۔ اور یہیں کا پتہ بتایا تھا۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ پولیس تمہاری تلاش میں ہے!"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تم نے ہوٹل کیوں چھوڑا؟"

"کسی نے میرے ساتھ فراڈ کیا تھا۔ ایک ہمدرد نے جان بچائی۔ لیکن تم کون ہو؟"

"ایکیچ بک کہاں ہے؟"

"اوہ۔!" وہ دانت پیس کر بولی۔ "تو تم انھیں لوگوں میں سے ہو!"

اس نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اتنے میں دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

"اس کے ہاتھ پیر باندھ دو!"

وہ دونوں اس کی طرف بڑھے ہی تھے کہ دروازے کے قریب سے آواز آئی۔

"وان ہیکزی حاضر ہے دوستو۔!"

صفدر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

عمران آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن اس طرح کہ اس کی پشت دروازے کی طرف نہ ہونے پائے۔!

"وہیں ٹھہرو۔ اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" ریوالور والے نے دھمکی دی۔

"وہ کس خوشی میں میرے دوست!"

"میں فائر کر دوں گا۔"

"فائر کی آواز یقینی طور پر باہر جائے گی! اور تم وہ نہ کر سکو گے جو کرنا چاہتے ہو۔"

دفعتاً ایک آدمی پھر کمرے میں داخل ہوا۔ لیکن اس کا پورا چہرہ سیاہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔

صفدر نے سوچا کیا فرق پڑا نقاب سے گردن کی کوتاہی کہاں چھپ گی عمران اس کی طرف مڑا۔

"وان ہیکزی تمہارا کھیل ختم ہو گیا!" نقاب پوش نے کہا۔

"تسلیم! لیکن اسکیچ بک مادموزیل کرسٹین کے پاس نہیں ہے!"

"ان دونوں کو باندھ لو۔" نقاب پوش نے ان دونوں سے کہا جو خالی ہاتھ کھڑے تھے۔

"شائستگی موسیو شائستگی!" عمران نرم لہجے میں کہتا ہوا پیچھے ہٹا۔ وہ دونوں اس پر جھپٹے تھے!

اور پھر صفدر بھی نہ دیکھ پایا کہ کس طرح ایک اچھل کر ریوالور والے پر جا پڑا تھا اور دوسرا نقاب پوش پر۔

نقاب پوش لڑکھڑایا تھا اور اسے دوسری طرف جھٹک کر۔۔۔

کسی خونخوار بھیڑیئے کی طرح۔ غرّانے لگا تھا

صفدر کی نظر ریوالور پر تھی جو اس آدمی کے ہاتھ سے نکل کر الماری کے نیچے پہنچ گیا تھا۔ لیکن کمرے کا ماحول کچھ ایسا سنسنی خیز ہو رہا تھا کہ شائد ریوالور کا کسی کو ہوش ہی نہیں تھا۔

وہ تینوں تو اب وان ہیکزی اور نقاب پوش کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ بڑی عجیب سی پوزیشن تھی ان دونوں کی۔

نقاب پوش کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا خنجر تھا۔

اور دونوں ہی اس طرح جھکے کھڑے تھے۔ جیسے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے مناسب پہلو تاڑ رہے ہوں۔

کرسٹین ہذیانی انداز میں چیختے جا رہی تھی۔ "ہوشیار۔ ہوشیار" یہ بیرن ہے۔ زندگی بھر کلہاڑوں اور خنجروں سے کھیلتا رہا ہے۔ "ہوشیار ہوشیار۔"

اس کی آواز کانپ رہی تھی چیخنے کا انداز ایسا تھا جیسے کسی شدید تکلیف کے زیر اثر رونے دے رہی ہو۔

"اچھا۔ اچھا۔ کتیا۔" نقاب پوش عمران سے توجہ ہٹائے بغیر بولا اور عمران نے سیدھے کھڑے ہو کر بے تحاشا ہنسنا شروع کر دیا۔

اتنی لاپرواہی سے ہنس رہا تھا جیسے نقاب پوش کے ہاتھ میں خنجر کے بجائے فاؤنٹین پن ہو۔ اور خود اس کے ہاتھ تو پہلے ہی سے خالی تھے! اتنے میں صفدر کو موقع مل گیا کہ وہ چپ چاپ بستر سے اٹھ کر الماری کے نیچے پڑے ہوئے ریوالور پر قبضہ کر لیتا۔

وہ الماری سے پشت لگا کر دہاڑا۔ "اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ تم سب!"

نقاب پوش بھی سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب وہ اپنے اس آدمی کو گھورے جا رہا تھا۔ جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"یہ کیا ہوا۔؟" اس نے اس سے پوچھا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ اور نقاب پوش نے صفدر سے کہا "ریوالور خالی ہے۔ میں نے آج تک کسی کو گولی سے نہیں مارا۔"

اور پھر وہ عمران پر جھپٹ پڑا۔ صفدر نے اس کے پیر کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ اور اس کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ ریوالور سچ مچ خالی تھا۔!

عمران نے اسے جھکائی دی۔ اور وہاں سے چھلانگ لگا کر صفدر کے بستر پر آیا۔ بقیہ لوگ بڑی افراتفری کے عالم میں دیواروں سے جا لگے تھے۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے دو بیل لڑتے ہوئے کمرے میں گھس آئے ہوں۔ اور وہاں بیٹھے ہوئے لوگ ان کے رگڑوں سے بچے رہنے کے لئے گوشہ عافیت تلاش کر رہے ہوں۔ عمران بستر سے چھلانگ لگا کر میز پر پہنچا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر مسکراتا ہوا بولا۔

"موسیو نلچر بولڈ — خنجر پھینک کر مارنے کی نہیں ہو گی!"

"میں گلا گھونٹ کر ماروں گا تجھے۔"

"تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ تمہارے ہاتھ میں دبے ہوئے خنجر کی طرف سے غافل نہ ہونا چاہئے۔!"

"خنجر۔ ہم ہہ۔!" اس نے خنجر فرش پر ڈالتے ہوئے غوطہ لگایا! اور ایسی حیرت انگیز پھرتی سے میز الٹ دی کہ عمران کو سنبھلنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ کرسٹین کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔

وہ عمران پر آ پڑا تھا۔ اور کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح اس کی گردن گرفت میں آ جائے!

"ارے۔ ارے۔ تم کیسے دوست ہو" کرسٹین صفدر کو جھنجھوڑ رہی تھی اس کش مکش کے دوران میں عمران کی چھوٹی سی نقلی فرنچ کٹ ڈاڑھی ٹھوڑی سے الگ ہو گئی!

"کون ہو تم۔ بتاؤ" وہ عمران کو دبوچے ہوئے غرایا۔

"گھاڈ پنچ ببرا" عمران نے کہا اور بھرپور زور لگایا ہے تو نہ صرف اس کی گرفت سے نکل گیا بلکہ اس خنجر کو بھی اپنے ساتھ سمیٹتا لیتا چلا گیا جسے کچھ دیر پہلے نلچر بولڈ نے فرش پر پھینکا تھا۔

"تم کون ہو؟" وہ پھر دہاڑا۔

"اب ذرا ہوش میں رہ کر گفتگو کرنا۔ خنجر میرے ہاتھ میں ہے۔ اور ں ان لوگوں میں سے ہوں۔ جنھیں کسی بات پر تاؤ نہیں آتا۔ یعنی میں نا احمق نہیں ہوں کہ خنجر پھینک کر تمہارا گلا گھونٹنے کی کوشش کروں گا"

"میرا تم سے کوئی جھگڑا نہیں۔ بس یہ بتا دو کہ تم کون ہو"

"تم لوگوں کی وجہ سے پولیس میرے پیچھے بھی ہے!"

"کیا مطلب۔؟"

"گھاڈ پنچ ببرا"

"کھل کر بات کرو۔!"

کیا تم نے اخبارات میں نہیں پڑھا کہ کرسٹین کے ساتھ دو آدمی اور تھے جب اس نے اپنے کمرے میں فرسٹ سیکرٹری فراڈے کی ں دریافت کی تھی۔!"

"اوہ۔ تو تم عمران ہو۔!"

"میں جانتا ہوں کہ تم نے میرے بارے میں ضرور چھان بین کی ہوگی!"

"میرے دوست میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں!" فلیچر بولڈ جھپک کر آگے بڑھا۔

بڑھا تو اسی انداز میں تھا جیسے مصافحہ کرنا چاہتا ہو لیکن عمران اگر ذرا سا بھی چوکتا تو اس نے خنجر پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔

وہ پھرتی سے نہ صرف بائیں جانب ہٹا تھا بلکہ خنجر کی نوک سے اس کے بازو پر ہلکا سا چرکا بھی لگایا تھا۔

وہ غرا کر پلٹ پڑا۔ عمران نے جھکائی دی اور پھر نکل گیا ساتھ ہی ایک چرکا ران پر بھی لگایا۔

اب تو فلیچر بولڈ پاگل ہو گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے عمران کو پیس کر رکھ دے گا۔

اور عمران اسے پورے کمرے میں دوڑاتا پھر رہا تھا۔ ایک بار اس کے تینوں آدمیوں میں سے ایک نے اس کی کمر تھامنے کی کوشش کی لیکن عمران کی لات اسے منھ کے بل فرش پر لے آئی تھی!

اسی دوران میں عمران نے جیب سے اعشاریہ دو پانچ کا ایک پستول نکال کر صفدر کیطرف اچھال دیا۔ صفدر نے اسے ہاتھوں ہی پر روکا۔ اور ان تینوں کو کور کرتا ہوا بولا "اپنی جگہ سے ہلنا بھی نہیں"

"سچ کہتا ہوں۔ گلا ہی گھونٹ کر ماروں گا۔" فلیچر بولڈ ہانپتا ہوا غرایا۔

"اگر تھوڑی دیر بعد اس کے قابل رہے تو۔" عمران نے اس کی گرفت

سے بچنے کے لئے بائیں جانب جست لگاتے ہوئے کہا۔

"مار ڈالوں گا۔" وہ جھپٹ جھپٹ کر حملے کرنے لگا۔

کرسٹین صفدر سے کہہ رہی تھی "یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ یہ کھیل ختم ہونا چاہیے!"

"میرا دوست بھی کم خطرناک آدمی نہیں ہے!"

"احمق ہے!" کرسٹین جھنجھلا کر بولی "کئی بار ایسا ہوا ہے کہ وہ اسے گرا سکتا تھا۔"

"اب یہ اس کی تفریح ہے۔ کوئی کیا کر سکتا ہے!"

دفعتاً فلیچر بولڈ دیوار سے لگ کر ہانپتا ہوا بولا "تم آخر چاہتے کیا ہو!"

"نقاب ہٹا دو اپنے چہرے سے!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

فلیچر بولڈ نے نقاب اتار پھینکی۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا" کرسٹین بول پڑی۔ اور فلیچر بولڈ نے اسے گھور کر دیکھا

چند لمحے اسی طرح گھورتا رہا پھر بولا "سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے"

"تم کون ہوتے ہو میرے معاملات میں دخل دینے والے!"

"بکواس مت کرو۔ اگر میں نے دخل اندازی نہ کی ہوتی تو وہ ایسکیچ بک صاف نکال لے جاتا۔"

"تو تم نے دخل اندازی کی تھی!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"ہاں۔ میری وجہ سے بچ گئی ایسکیچ بک"

"میں سمجھ گیا۔ تم صفدر جبر کو ملا کر فراڈے کے حالات سے باخبر رہتے ہوگے!"

"ہاں۔ میں نے یہی کیا تھا"

"اور فراڈے کا خاتمہ بھی تمہارے ہی ہاتھوں ہوا ہوگا"

"ہاں۔ یقیناً"

"اب یہ بتاؤ کہ ہفرو ججر کہاں گیا۔؟"

"میں کیا جانوں۔؟"

"عمران! یہ اپنی سانسوں پر قابو پانے کے لئے وقت گزاری کر رہا ہے" کرسٹین چیخ کر بولی "اس بار تم اس کے حملے سے نہ بچ سکو گے!"

اور صفدر نے دیکھا کہ کرسٹین کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی ٹلچر بولڈ نے ریوالور نکال لیا ہے۔ یہ خود اسی کا ریوالور تھا۔ کچھ دیر پہلے اس کے تکئے کے نیچے سے برآمد ہوا تھا۔ اسے اپنی اس غفلت پر افسوس ہو رہا تھا۔ کاش کچھ دیر پہلے اسے خیال آیا ہوتا۔

لیکن اس نے بھی اس کے ہاتھ پر فائر کر دینے میں دیر نہیں لگائی تھی! یہ اور بات ہے کہ نشانہ ٹھیک نہ رہا ہو۔

پھر اسے دوسرا فائر کرنے کی مہلت نہ ملی کیونکہ صفدر کا نشانہ خطا ہوتے دیکھ کر عمران نے ٹلچر بولڈ پر چھلانگ لگائی تھی۔

اور یہ حرکت قطعی طور پر احمقانہ تھی۔ ہو سکتا ہے کہ خود ٹلچر بولڈ ہی نروس ہو گیا ہو۔ ورنہ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو خود تک عمران کے پہنچنے سے پہلے ہی کئی گولیاں اس کے سینے میں پیوست کر دیتا۔

ریوالور پھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس بار کرسٹین نے دوڑ کر ریوالور پر قبضہ کیا تھا۔ نہ صرف قبضہ کیا تھا بلکہ دو فائر ٹلچر بولڈ کی ٹانگوں پر جھونک مارے تھے۔!

ٹلچر بولڈ عمران کی گرفت میں لڑکھڑایا، اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"یہ تم نے کیا کیا۔؟" عمران بوکھلائے ہوئے لہجے میں بڑبڑایا "ابھی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑیں گے!"

"پہلے بھی تو ایک فائر ہوا تھا" کرسٹین بولی۔

"احمق وہ اعشاریہ دو پانچ کا پستول تھا۔ آواز عمارت سے باہر نہ گئی ہوگی۔ صفدر تم صدر دروازے پر جاؤ۔ میں یہاں دیکھوں گا"

صفدر اسے پستول تھماتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

ٹلچر بولڈ فرش پر دوزانو بیٹھا کرسٹین کو خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نہیں تھے!

دفعتاً عمران نے اسے مخاطب کر کے پوچھا "مائیکل فراڈے اور اس فراڈے میں کیا تعلق تھا"

"کبھی نہ بتاؤں گا۔ اب تو میرے ساتھ یہ راز بھی موت کی آغوش میں جائے گا" ٹلچر بولڈ کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔

میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا میرے محبوب!" عمران نے خالص رومینٹک انداز میں کہا اور احمقوں کی طرح کرسٹین کی شکل دیکھنے لگا۔

"یا پھر اس کی ایک صورت اور بھی ہو سکتی ہے۔!" وہ کراہے بغیر بولتا رہا "میں جانتا ہوں کہ تم پولیس کے لیے بھی کام کرتے ہو اور مجرموں کے لیے بھی۔ اگر مجھ سے تعاون کرو تو فائدے میں رہو گے۔ یہ لڑکی تو پاگل ہو گئی ہے۔ اگر اس نے وہیں مجھے بتا دیا ہوتا کہ مائیکل مرنے سے پہلے کوئی اسکیچ بنا گیا ہے تو اس کی نوبت ہی نہ آنے پاتی۔ میں اس کے حصے کا ضرور خیال رکھتا۔!"

”کیسا حصّہ۔ کیا مطلب؟“ کرسٹین چونک کر بولی۔

”بھولی نہ بنو۔“ وہ غرّایا۔ ”کیا تم جانتی نہیں تھیں۔ کیا فراڈے نے تمہیں خط نہیں لکھا تھا؟“

”نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ اس کی لاش ہی دیکھی ہے میں نے اور پولیس والوں سے اس کا نام معلوم ہوا تھا!“

”خیر مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ تم سچ کہہ رہی ہو یا جھوٹ۔ میری مدد کے بغیر وہ اسکیچ بک بیکار ہے!“

”سنو۔ پیارے۔“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اسکیچ بک میرے پاس ہے لیکن جب تک میں اس کی کہانی اور اہمیت سے واقف نہ ہو جاؤں، تمہیں اس کی ہوا بھی نہ لگنے دوں گا۔“

”میں بہت زیادہ دیر تک اس پوزیشن میں نہیں رہ سکتا۔ خون ضائع ہو رہا ہے۔ پہلے اس کا انتظار کرو۔ اس کے بعد میں کچھ بتاؤں گا۔“

پھر سب خاموش ہو گئے تھے۔ کچھ دیر بعد صفدر واپس آیا۔ اس نے بتایا چاروں طرف سناٹے کا راج ہے۔ کسی نے بھی فائروں کی طرف توجہ نہیں دی۔

”انھیں مہمان خانہ نمبر پانچ پہونچانا ہے۔ وہاں اس زخمی کی دیکھ بھال بھی ہو سکے گی۔ تم ان تینوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔“ عمران نے صفدر سے کہا۔

◆

مہمان خانہ نمبر پانچ۔ بظاہر ایک دیہی اسپتال تھا۔ لیکن حقیقتاً ایکسٹو کے کارندے یہاں مختلف قسم کے کام انجام دیتے تھے۔ ڈاکٹر طرازی کی سیکرٹ سروس کا آدمی تھا۔ دن بھر آس پاس کے دیہاتوں کے لوگ وہاں معالجے کے لیے آتے رہتے۔ اور عمارت کے دوسرے حصوں میں ایکسٹو کے کام بھی جاری رہتے!

ڈاکٹر نے فلیچر بولڈ کا آپریشن کر کے گولیاں نکال لی تھیں۔ اور اب وہ وہیں کے ایک کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ کرسٹین اور صفدر بھی یہیں تھے فلیچر کے تینوں ساتھیوں کو ایکسٹو کے ان کوارٹرز میں پہونچا دیا گیا تھا جہاں قیدی رکھے جاتے تھے

دو دن فلیچر بولڈ وہاں آرام کرتا رہا۔ پھر ایک رات عمران وہاں پہنچا اور معاملے کی بات شروع ہوئی۔

کرسٹین بھی وہاں موجود تھی!

”تم کیا سمجھتی ہو۔ مائیکل فراڈے کون تھا؟“ فلیچر بولڈ نے کرسٹین کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ لیکن اس کے چہرے سے نقاہت ظاہر نہیں ہوتی تھی!

”وہ ایک آرٹسٹ تھا۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتی!“

”ہونہہ۔“ وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا چند لمحے سر ہلاتا رہا پھر بولا۔

"وہ تمہارے باپ کا اور میرا مشترکہ دوست تھا۔ لیکن تمہارا باپ اسے صرف ایک آرٹسٹ کی حیثیت سے جانتا تھا۔"

"اور تم۔؟" عمران نے پوچھا۔

"یہ صرف میں جانتا ہوں کہ وہ اتحادیوں کا جاسوس تھا اور دوسری جنگِ عظیم کے دوران میں برلن میں کام کرتا رہا تھا۔"

"یہ بات تو مشہور تھی ہی — صرف تم کیا جانتے تھے!" کرسٹین بولی۔

"لیکن یہ تو میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ صرف اپنے مفاد کے لیے کام کرنے لگا تھا۔ اس نے بہت بڑی دولت سمیٹی تھی! اور اسے کہیں چھپا دیا تھا۔"

"اونہہ — مجھے اس سے کیا سروکار ہو سکتا ہے!" کرسٹین نے لاپرواہی سے کہا۔

"پھر یہاں کیوں دوڑی آئی تھیں!"

"میرے باپ کی وصیت مجھے یہاں لائی تھی! انہوں نے کہا تھا جب بھی کسی مشرقی ملک میں پرندوں کی تصاویر کی نمائش ہو اس میں ضرور حصہ لینا۔ اور دوسری تصاویر کے ساتھ مائیکل کے بنائے ہوئے اسکیچ کی نقل ضرور رکھنا!"

"ہوں تو پھر۔؟"

"انہیں کی ہدایت کے مطابق تصویر میں مجھے کچھ لکیریں چھوڑ دینی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ جو شخص بھی ان لکیروں کا اضافہ اس نقل میں کر سکے گا۔ میرے لئے خوش نصیبی کا پیامبر ثابت ہو گا۔"

"ہوں۔" وہ پُرمعنی انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"لکیریں تو بلاشبہ کسی نے بنائیں۔ لیکن میں نہیں جانتی کہ میرے لیے خوش

نصیبی کا وہ پیامبر کون تھا۔"

"وہ گیسپر فراڈے تھا۔ چور۔ اور بالآخر وہ میرے ہاتھوں مارا گیا جانتی ہو! وہ تمہاری اسکیچ بک چرا لیجانے میں کامیاب ہو جاتا اگر میں نے اس پر نظر رکھی ہوتی۔"

"اوہ۔ تو۔ وہ فرسٹ سکیرٹری۔!"

"ہاں۔ وہ مائیکل فراڈے کا بیٹا تھا۔ اب یہ بات پوری طرح سمجھ میں آئی کہ مائیکل فراڈے نے تم سب کو دھوکہ دیا تھا۔"

"اب تم مجھ سے بات کرو۔!" عمران نے اسے اپنی طرف متوجہ کرکے کہا۔

"ہاں۔ آں۔ تم غالباً مجھ سے یہی پوچھنا چاہو گے کہ کونسی بات پوری طرح میری سمجھ میں آئی ہے۔"

"سمجھدار آدمی ہو!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"اچھا تو سنو! میرے علاوہ اور کوئی اس سے واقف نہیں تھا کہ ایک بڑا خزانہ مائیکل کے ہاتھ لگا ہے۔ کیونکہ میں اس خزانے کے حصول میں اس کا معاون تھا۔ لیکن اس نے مجھے اس کی ہوا نہ لگنے دی کہ اس نے اسے دوبارہ کہاں چھپایا ہے! وہ خزانہ دراصل ایک مالدار یہودی کا تھا جسے نازیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ مجھے تسلیاں دیتا رہا کہ جب حالات موافق ہوں گے خزانہ حاصل کرکے ہم دو برابر حصوں میں بانٹ لیں گے۔"

وہ خاموش ہو کر کرسٹین کی طرف دیکھنے لگا پھر اسے ہی مخاطب کر کے بولا۔ "جانتی ہو اس رات وہ کہاں سے تمہارے گھر پہنچا تھا۔ تمہیں شاید یاد نہ ہو۔ تم بہت چھوٹی تھیں۔ کتنی بھیانک اور طوفانی رات تھی۔"

"مجھے یاد ہے!" کرسٹین بولی۔

"کئی دن سے میرے یہاں مقیم تھا اور اس رات چوروں کی طرح نکل بھاگا۔ دن میں اس نے اپنے بیٹے کو ایک خط لکھا تھا۔ اسی گیسپر فراڈے کو جس کی لاش تمہیں اپنے کمرے میں ملی تھی۔"

"وہ چوروں کی طرح کیوں نکل بھاگا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"بیمار تو تھا ہی۔ میں اس پر زور دے رہا تھا کہ وہ مجھے اس خزانے کا پتہ بتا دے اگر وہ مر بھی گیا تو میں بڑی ایمانداری سے آدھا خزانہ اس کے بیٹے تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔

"کیا تم نے وہ خط دیکھا تھا جو اس نے اپنے بیٹے کو لکھا تھا۔"

"نہیں۔ میں اس کی طرف سے بے اطمینانی میں مبتلا نہ تھا ورنہ اسے حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرتا۔ اس نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگلے دن مجھ کو سب کچھ بتا دے گا۔ لیکن رات ہی کو نکل بھاگا۔ اور پھر اس وقت تک مجھے اس کا سراغ نہیں مل سکا تھا۔ جب تک کہ جانے کی نوبت نہیں آگئی تھی۔"

کچھ دیر کے لیے کمرے کی فضا پر خاموشی مسلط ہو گئی! پھر فلیچر بولڈ ہی بولا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ اس نے کرسٹین کے باپ کو بھی دھوکہ دیا ہو گا۔ اس نے بظاہر ایک پرندے کا اسکیچ کیا تھا لیکن اس میں اس خزانے سے متعلق تفصیل اور اس کا پورا پتہ پوشیدہ ہو گا۔ ورنہ تم خود سوچو اگر اس کے بیٹے نے کرسٹین کی بنائی ہوئی نامکمل تصویر چند لکیروں کا اضافہ کر کے مکمل کی تھی تو پھر اسکیچ بک چرانے کی کیا ضرورت تھی!

"تمہارا خیال ہے کہ اس اسکیچ بک میں اس کے کٹے ہوئے اسکیچ کے علاوہ کوئی پوشیدہ تحریر بھی ہو سکتی ہے!"

"ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ مائیکل فراڈے پوشیدہ تحریر کا ماہر تھا ہزار طرح کی تحریریں خود اس کی ایجاد تھیں۔ اس نے میرے گھر سے اپنے بیٹے کو جو خط پوسٹ کرایا تھا۔ اس میں کچھ اشارے اسے لکھ بھیجے ہوں گے ایسے اشارے کہ جنہیں میں بھی نہ سمجھ سکوں اور بقیہ کام کی تکمیل اس نے کرسٹین کے گھر بیٹھ کر کی ہو گی! وہ بہت زیادہ بیمار تھا زندگی سے ناامید ہو گیا تھا"

"تو تمہاری دانست میں اس نے جو خط تمہارے گھر سے لکھا تھا اس میں محض یہ اطلاع تھی کہ وہ کوئی یادداشت کرسٹین کے گھر چھوڑے گا اسے چاہیے کہ وہ کسی بھی مشرقی ملک میں پرندوں کی تصاویر کی نمائش منعقد کرائے۔ اور بتائے ہوئے طریقوں سے اسکیچ بک اڑائے۔!"

"ہاں میرا یہی خیال ہے۔" فلیچر بولڈ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔" وہ بے حد سور تھا اور اچھا خاصا مصور بھی تھا۔ اور کیمیا دانی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ نظر نہ آنے والی تحریریں بھی اس کے لیے ناممکن نہیں تھیں۔!"

"اسکیچ بک کچھ عرصہ تمہارے پاس بھی تو رہی ہے! کیا تم نے اس میں کوئی خفیہ تحریر تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔" عمران نے پوچھا۔

"تلاش کی تھی! نہیں مل سکی اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ خفیہ تحریر اس کے کسی نہ کسی حصے میں ضرور پائی جائے گی۔

عمران تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔" اچھی بات ہے تم آرام کرو۔ جب تم اچھے ہو جاؤ گے تو دونوں مل کر خزانہ تلاش کریں گے!"

"میری اسکیچ بک واپس کر دو۔" دفعتاً کرسٹین نے اس سے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میرے ایک دوست کے بچے نے اس پر پیشاب کر دیا تھا۔ دھونے

کی کوشش کی گئی تو بالکل صاف ہو گئی!"

"تم جھوٹے ہو۔ لاؤ میری اسکیچ بک!" وہ اس کے کوٹ کا کالر پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی چیخی —!

◆

ثریا کی سالگرہ کا جشن برپا تھا۔ مہمان جوق در جوق تحائف لے کر آ رہے تھے۔ اس کے سامنے والی میز پر تحائف کے ڈھیر لگتے رہے!

دفعتاً عمران ہال میں داخل ہوا۔ ہیئت کذائی وہی تھی۔ جس پر رحمان صاحب کو سب سے زیادہ تاؤ آتا تھا۔ یعنی زرد قمیض نیلی پتلون اور سرخ ٹائی پیروں میں بے داغ سفید جوتے تھے!

اور چہرے پر حماقتوں کا عالم تو پوچھنا ہی کیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اتنے بڑے مجمع کو دیکھ کر بوکھلا گیا ہو۔

سیدھا رحمان صاحب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔!

وہ چونکے تھے اور اسے ایسے ناخوشگوار انداز میں دیکھا تھا جیسے ابھی اٹھیں گے اور فون کر کے پولیس کو طلب کر لیں گے۔

عمران نے بڑے ادب سے جھک کر اپنا تحفہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔

"کیا ہے —؟" رحمان صاحب نے جھلا کر پوچھا۔

"تت — تحفہ —!" عمران ہکلایا۔

"تو مجھے کیوں دے رہا ہے!"

"کنفیوشس نے کہا ہے کہ میں نے آج تک کوئی ایسا احمق نہیں دیکھا۔ جو درخت کی جڑ میں پانی دینے کی بجائے اس کے پتوں پر چھڑکاؤ کرتا ہو —!"

"کیا بکواس ہے؟"

"ثریا کو تحفہ دینے سے کیا فائدہ —!"

"کیا ہے اس میں —؟"

"گھاؤنچ ببرا —!"

"دھکے دلوا کر نکلوا دوں گا۔"

"تو میں اپنے ساتھ اس مجرم کو بھی واپس لے جاؤں گا جس نے ولیم گیسپر فراڈے کو قتل کیا تھا۔ اور جس نے ہمفرو جبر کو بھی ٹھکانے لگایا۔"

"کیا وہ بھی قتل کر دیا گیا —!"

"چار نامعلوم آدمیوں سمیت —!"

"کیا لاشیں ملی ہیں —؟"

"قاتل نے لاشیں غائب کرا دی ہیں۔"

"کون ہے قاتل —؟"

"شاید آپ یقین نہ کریں کیونکہ وہ سرکاری مہمان ہے!"

"صاف صاف کہو۔ نہیں ٹھہرو۔ یہاں نہیں۔ میرے ساتھ آؤ!"

وہ اسے ایک دور افتادہ کمرے میں لائے۔

"اب بتاؤ —!"

"ایک سوئیڈش چیف آف پولیس۔ بیرن تلچر بولڈ۔"

"نہیں —!"

"یقین کیجئے۔ اس کے اعترافات میں نے ٹیپ کرائے ہیں۔"

اور پھر اس نے جلدی جلدی پوری کہانی دہرا دی۔

"میرے خدا۔!" رحمان صاحب سر تھام کر بیٹھ گئے!

عمران نے کاغذ میں لپٹا ہوا تحفہ نکالا۔

"اور یہ رہا گھاؤ پنچ ببرا۔" اس نے فریم کی ہوئی تصویر ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "اس تصویر کی اڑان ملاحظہ کیجئے۔ جوزف کی کھوپڑی سے طلوع ہو کر یہاں غروب ہوئی ہے۔!"

"اگر یہ سچ ہے کہ بیرن ٹلیچر پولڈ ان حرکتوں کا ذمہ دار ہے تو بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ وہ سچ مچ سرکاری مہمان ہے۔"

"آپ جانیں۔ میں نے اپنا کام پورا کر دیا۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"بس اسے قیدی ہی سمجھئے۔ جہاں بھی ہے وہاں سے نکل نہیں سکتا!"

"اور وہ اسکیچ بک۔؟"

"میرے پاس ہے۔ وہ بھی پیش کروں گا۔!"

"کیا تم نے اس میں کوئی خفیہ تحریر تلاش کر لی ہے!"

"جی ہاں۔ اور اس تحریر کی کنجی اسی اسکیچ میں موجود ہے!" کچھ لکیریں اس طرح کھینچی گئی ہیں اس میں کہ انہیں ترتیب دینے سے دو لفظ بنتے ہیں۔ "گہرا دھواں،، بس میں نے اس صفحے کو گہرا دھواں دکھا دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد صفحے کے سادہ حصوں پر حروف ابھرنے لگے۔ ملاحظہ فرمائیے۔!"

عمران نے ہینڈ بیگ سے اسکیچ بک نکال کر وہی صفحہ کھولا۔

رحمان صاحب اسے بغور دیکھتے اور سر ہلاتے رہے۔ پھر کچھ دیر بعد بولے

"فوری طور پر اسے میرے محکمے کی حوالات کے سپرد کر دو۔ اور اس لڑکی کو بھی۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ گیمبیر نے نمائش والی تصویر مکمل کیوں کی۔ لڑکی کے کمروں میں جا کر چپ چاپ اسکیچ بک تلاش کر لیتا!"

"میری دانست میں یہ حرکت لڑکی کو نمائش ہی میں روکے رکھنے کے لیے کی گئی تھی! تاکہ وہ اس کی عدم موجودگی میں اطمینان سے اس کے سامان کی تلاشی لے سکے۔ ظاہر ہے کہ لڑکی اس تصویر کو اس شام کو مکمل پا کر دیں تو اس آدمی کا انتظار کرتی جو اس کے لیے خوش بختی کا پیام لانے والا تھا۔ لیکن ہیہات! وہ شب تاریک کا بچہ بیچ میں آ کودا اور سارا معاملہ گھاؤ پنچ ببرا ہو کر رہ گیا۔!"

"بکو مت۔ اب یہ نام میرے سامنے نہ دہرانا۔!"

"لیکن تصویر تو آپ ہی کو رکھنی پڑے گی۔ اگر میں اپنے گھر لے گیا تو مجھے ساری زندگی اس اندھے کی لاٹھی بنا رہنا پڑے گا۔!"

کرسٹین غصے سے سرخ ہو رہی تھی اور عمران اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جیسے پہلے بھی پٹ چکا ہو اور مستقبل قریب میں بھی پٹ جانے کے امکانات ہوں۔!

"میں اپنی اسکیچ بک لیے بغیر یہاں سے نہ جاؤں گی۔ سمجھے۔!" وہ کچھ دیر بعد گرجی۔!

"کس طرح سمجھاؤں تمہیں کہ خزانے تک تمہارے ہاتھ نہ پہونچ سکیں گے۔ کیونکہ وہ مشرقی جرمنی میں دفن ہے۔ کسی بھی کمیونسٹ ملک کی دال وہاں نہیں گلے گی۔!"

"جہنم میں گیا خزانہ۔ وہ اسکیچ بک ہی میرے لیے بہت قیمتی ہے۔ ہزاروں پونڈ اس کے دام پہلے بھی لگ چکے ہیں۔!"

"یہ میرا وعدہ ہے کہ کچھ دنوں کے بعد اسکیچ بک تمہارے پاس پہونچ جائے گی۔ لیکن اس میں وہ صفحہ نہیں ہوگا۔ جس پر مائیکل فراڈے کی خفیہ تحریر ہے۔!"

کرسٹین خاموش ہو گئی پھر آہستہ آہستہ وہ نارمل ہوتی گئی!

"مجھے افسوس ہے!" وہ کچھ دیر بعد آہستہ سے بولی۔

"کس بات پر۔؟"

"میں خواہ مخواہ گرم ہو گئی۔ تم بھی تو مجبور ہو۔ یہ تمہارے ملک کے وقار کا سوال ہے۔ پھر بھی میں تمہاری ممنون ہوں کہ تم نے میرے لیے آسانیاں فراہم کیں۔ میں زندگی کے کسی بھی حصے میں تمہیں نہ بھلا سکوں گی۔"

"کنفیوشس نے بھی یہی کہا تھا۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا کہا تھا کنفیوشس نے۔؟" کرسٹین مضحکہ اڑانے والے انداز میں مسکرا کر بولی۔

"یہی کہ عورت ارادی طور پر جھوٹ نہیں بولتی بلکہ یہ اس کی فطرت ہے۔ جس طرح میں غیر ارادی طور پر اپنے کان کھجاتا ہوں اسی طرح وہ جھوٹ بولتی چلی جاتی ہے۔ نہ میں کان کھجا کر شرماتا ہوں اور نہ وہ اپنے کسی جھوٹ پر نادم ہوتی ہے رہے نام اللہ کا۔ اچھا ٹاٹا۔"

⁂